نحنُ انصاراللّٰہ

مجلس انصاراللہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی اور دینی مجلّہ

جنوری تا مارچ ۲۰۲۳ء

صلح تا امان ۱۴۰۲ ہجری شمسی

جلد ۲۴ ، شمارہ نمبر ۱

www.nahnuansarullah.ca

نحنُ انصار اللہ

مجلس انصار اللہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی اور دینی مجلّہ

جنوری تا مارچ ۲۰۲۳ء

صلح تا امان ۱۴۰۲ ہجری شمسی

نگران

عبد الحمید وڑائچ
صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا

مدیرِ اعلیٰ

سہیل احمد ثاقب
نائب صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا

مدیران

مولانا غلام مصباح بلوچ
نائب صدر صفِ دوم مجلس انصار اللہ کینیڈا

صفی راجپوت

معتز القرق

مینیجر

محمد موسیٰ
قائد اشاعت مجلس انصار اللہ کینیڈا

معاونین، تزئین وزیبائش

مسعود احمد
نائب قائد اشاعت مجلس انصار اللہ کینیڈا

کاشف بن ارشد
ایڈیشنل قائد اشاعت مجلس انصار اللہ کینیڈا

www.nahnuansarullah.ca

تمہارا نام ”انصار اللہ“ ہے

حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا: ”یاد رکھو تمہارا نام انصار اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے مددگار۔ گویا تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ازلی اور ابدی ہے۔ اس لیے تم کو بھی کوشش کرنی چاہیے کہ ابدیت کے مظہر ہو جاؤ۔ تم اپنے انصار ہونے کی علامت یعنی خلافت کو ہمیشہ ہمیش کے لیے قائم رکھتے چلے جاؤ اور کوشش کرو کہ یہ کام نسلاً بعد نسلٍ چلتا چلا جاوے اور اس کے دو ذریعے ہو سکتے ہیں۔ ایک ذریعہ تو یہ ہے کہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت کی جائے اور اس میں خلافت کی محبت قائم کی جائے۔ اسی لیے مَیں نے اطفال الاحمدیہ کی تنظیم قائم کی تھی اور خدام الاحمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ یہ اطفال اور خدام آپ لوگوں کے ہی بچے ہیں۔ اگر اطفال الاحمدیہ کی تربیت صحیح ہو گی اور اگر خدام الاحمدیہ کی تربیت صحیح ہو گی اور اگر خدام الاحمدیہ کی تربیت صحیح ہو گی تو اگلی نسل انصار اللہ کی اعلیٰ ہو گی۔ مَیں نے سیڑھیاں بنا دی ہیں۔ آگے کام کرنا تمہارا کام ہے۔ پہلی سیڑھی اطفال الاحمدیہ ہے۔ دوسری سیڑھی خدام الاحمدیہ ہے۔ تیسری سیڑھی انصار اللہ ہے اور چوتھی سیڑھی خدا تعالیٰ ہے۔ تم اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرو اور دوسری طرف خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگو تو یہ چاروں سیڑھیاں مکمل ہو جائیں گی۔ اگر تمہارے اطفال اور خدام ٹھیک ہو جائیں اور پھر تم بھی دعائیں کرو اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لو۔ تو پھر تمہارے لیے عرش سے نیچے کوئی جگہ نہیں اور جو عرش پر چلا جائے وہ بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ دنیا حملہ کرنے کی کوشش کرے تو وہ زیادہ سے زیادہ سو دو سو فٹ پر حملہ کر سکتی ہے۔ وہ عرش پر حملہ نہیں کر سکتی۔ پس اگر تم اپنی اصلاح کر لو گے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرو گے تو تمہارا اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہو جائے گا اور اگر تم حقیقی انصار اللہ بن جاو اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لو تو تمہارے اندر خلافت بھی دائمی طور پر رہے گی اور وہ عیسائیت کی خلافت سے بھی لمبی چلے گی۔

اقتباس از افتتاحی سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۶ء
(الفضل 21 /مارچ 1957ء اور 24 /مارچ 1957ء)

بین الاقوامی اشاعت حوالہ نمبر ISSN 2560-886X (Print) ISSN 2560-8878 (Online)
رابطہ : ishaat@ansar.ca Tel: 905-417-1800

فہرست مضامین

قرآن مجید

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿﴾

(سورۃ البقرۃ: آیت ۱۸۴ تا ۱۸۷)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اِس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہو گا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

حدیثِ نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
”مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ
صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔“

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو کوئی ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر کی رات عبادت میں کھڑا ہو، اُس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گےاور جو کوئی ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی نیت سےرمضان کے روزے رکھے گا، اُس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا وَنِيَّةً)

عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ”إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُونَ فَيَقُومُونَ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ، فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ“.

حضرت سہل ؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریّان کہتے ہیں، قیامت کے دن روزہ دار اُس سے داخل ہوں گے، اُن کے سوا کوئی اُس سے داخل نہیں ہوگا۔ پوچھا جائے گا: روزہ دار کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوجائیں گے۔ اُن کے سوا کوئی اُس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا۔ جب وہ داخل ہوجائیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر کوئی بھی اُس سے داخل نہ ہوگا۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب الرَّيَّانُ لِلصَّائِمِينَ)

کلام الامام امام الکلام

”میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اُس کان سے ملا ہے اور اس کی قدر قیمت ہے کہ اگر مَیں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہوجائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پاکر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں اور میں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا دل ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہے۔ ان کی تاریکی اور تنگ گذرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے اُن کے گھر بھر جائیں اور سچائی اور یقین کے جواہر اُن کو اتنے ملیں کہ اُن کے دامن استعداد پُر ہو جائیں۔

......اس لئے وہ خزانہ جو مجھے ملا ہے جو بہشت کے تمام خزانوں اور نعمتوں کی کنجی ہے وہ جوش محبت سے نوع انسان کے سامنے پیش کرتا ہوں اور یہ امر کہ وہ مال جو مجھے ملا ہے وہ حقیقت میں از قسم ہیرا اور سونا اور چاندی ہے کوئی کھوٹی چیزیں نہیں ہیں بڑی آسانی سے دریافت ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ اُن تمام دراہم اور دینار اور جواہرات پر سلطانی سکہ کا نشان ہے یعنی وہ آسمانی گواہیاں میرے پاس ہیں جو کسی دوسرے کے پاس نہیں ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمام دینوں میں سے دین اسلام ہی سچا ہے۔ مجھے فرمایا گیا ہے کہ تمام ہدایتوں میں سے صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر اور انسانی ملاوٹوں سے پاک ہے۔ مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُر حکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں اور مجھے خدا کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حَکَم ہوں۔ یہ جو میرا نام مسیح اور مہدی رکھا گیا ان دونوں ناموں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے مجھے مشرف فرمایا اور پھر خدا نے اپنے بلا واسطہ مکالمہ سے یہی میرا نام رکھا اور پھر زمانہ کی حالت موجودہ نے تقاضا کیا کہ یہی میرا نام ہو۔ غرض میرے اِن ناموں پر یہ تین گواہ ہیں۔“

(اربعین نمبر ۱، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۴۴، ۳۴۵)

اقتباس

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی کو برا بھلا کہہ دیا تو جس کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے وہ اس قدر غصے میں آجاتا ہے کہ مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتا ہے جس طرح اس نے ساری زندگی برائی کی نہ ہو۔ فرمایا کہ اگر ہر کوئی اپنی برائیوں پر نظر رکھے تو کسی کے کچھ کہنے پر کبھی غصے میں نہ آئے اور صبر اور برداشت سے کام لے اور جب ہر کوئی صبر اور برداشت سے کام لے گا تو بہت سے چھوٹے چھوٹے مسائل اور گلے شکوے پیدا ہی نہیں ہوں گے یا پیدا ہوتے ہی ختم ہو جائیں گے۔

ایک بزرگ کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ وہ بازار میں جا رہے تھے تو ایک شخص نے ان کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور کوئی دنیا کا عیب یا برائی نہیں تھی جو اس نے نہ نکالی ہو یا ان کو نہ کہی ہو۔ وہ چپ کر کے یہ ساری باتیں سنتے رہے تو برا بھلا کہنے والا شخص جب خاموش ہو گیا تو ان بزرگ نے کہا کہ اگر تو یہ تمام برائیاں جو تم نے مجھ میں گنوائی ہیں واقعی میرے اندر موجود ہیں تو مَیں بھی اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں تم بھی میرے لئے مغفرت کی دعا کرو۔ وہ گالیاں نکالنے والا شخص بے قرار ہو کر اس بزرگ سے چمٹ گیا اور کہا کہ مَیں غلط ہوں۔ یہ تمام برائیاں آپ میں نہیں ہیں۔ تو ان بزرگ نے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ تم سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔

تو یہ طریق ہیں بات کو ختم کرنے اور نیکیوں کو پھیلانے کے ورنہ ایسے لوگ جو جھگڑے کر کے جماعت کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں کاٹے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے واضح طور پر فرمایا ہے۔ پس اگر غلطیاں سرزد ہو جائیں تو صرفِ نظر سے کام لینا چاہیے اور اگر کوئی حد سے تجاوز کر گیا ہے، برداشت سے باہر ہو چکا ہے اور اس میں جماعت کی بدنامی کا بھی امکان ہے تو پھر متعلقہ بڑے نظام کو، نظام جماعت کو یا خلیفہ وقت کو اطلاع دے کر پھر خاموش ہو جانا چاہیے۔ دوسروں کو، غیروں کو یا کسی بھی تیسرے شخص کو یہ احساس کبھی پیدا نہ ہو کہ فلاں شخص یا فلاں فلاں عہدیدار ایک دوسرے کے خلاف بغض و عناد رکھتے ہیں۔ غلطیاں ہر ایک سے ہوتی ہیں۔ آج زید سے غلطی ہوئی ہے تو کَل بکر سے بھی ہو سکتی ہے اس لئے کینے دلوں میں رکھتے ہوئے کبھی کسی بات کے پیچھے نہیں پڑ جانا چاہیے۔ ہر ایک میں کئی خوبیاں اور اچھائیاں بھی ہوتی ہیں وہ تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ یہی چیز ہے جس سے محبت اور پیار کی فضا پیدا ہو گی۔ پس ہر ایک کو اپنے نمونے قائم کرنے کی ضرورت ہے چاہے وہ عہدیدار ہے یا عام احمدی ہے، مرد ہے یا عورت ہے۔ اپنے اعلیٰ اخلاق کے نمونے قائم کریں۔ جب غیر معمولی مثالی نمونے ہر جگہ قائم ہوں گے تو جماعت کی تبلیغی لحاظ سے بھی ترقی ہو گی اور تربیتی لحاظ سے بھی ترقی کرے گی.....“

(خطبہ جمعہ ۲۱/اپریل ۲۰۰۶ء)

اصحاب رسول اللہ ﷺ بحیثیت انصار اللہ

مولانا غلام مصباح بلوچ
نائب صدر صفِ دوم مجلس انصار اللہ کینیڈا

خدائے رحمٰن و رحیم جب دنیا میں انبیاء کی بعثت فرماتا ہے تو اُن کی نصرت کے لیے مخلصین کی ایک جماعت بھی انہیں عطا کرتا ہے اور اس لحاظ سے بھی آنحضرت ﷺ کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپؐ کو عطا کی گئی جماعت میں وہ فدائیت اور اخلاص کا نمونہ تھا جس کی مثال کسی نبی کے ماننے والوں میں نہیں ملتی اور اس فدائیت اور وارفتگی کا اظہار ہمیں آغاز اسلام سے ہی صحابہ میں نظر آتا ہے۔ سورۃ الصّف میں اللہ تعالیٰ نے جو مومنوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح نَحۡنُ اَنۡصَارَ اللّٰہِ بننے کی تاکید فرمائی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ رسولؐ بھی نعوذ باللہ اس مقام سے پیچھے تھے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ کے انصار کی وہ شان نہیں تھی جو محمد رسول اللہ ﷺ کے انصار کی تھی، اس لحاظ سے علامہ فخر الدین الرازیؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے بہت ہی عمدہ معنی بیان فرمائے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

قوله: { كُوْنُوْا أَنْصَارَ اللهِ o} أمر بإدامة النصرة والثبات عليه، أي ودوموا على ما أنتم عليه من النصرة، .... (تفسیر مفاتیح الغیب، التفسیر الکبیر الرازی)

''یعنی انصار اللہ ہو جاؤ'' میں یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نصرت اور مدد دینے میں مداومت اور ثبات حاصل کرو یعنی نصرت دین کی جس حالت پر تم ہو اس پر ہمیشہ قائم رہو۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کو مزید فعّال اور منظّم کرنے کے لیے جب ذیلی تنظیموں میں تقسیم فرمایا تو اس میں مجلس انصار اللہ قائم کرنے کی جہاں اور اغراض تھیں وہاں ایک غرض یہ بھی تھی کہ مجلس انصار اللہ کے ممبران اپنے اندر صحابہ رسولؐ جیسی روح پیدا کریں چنانچہ حضور انورؓ نے اپنے افتتاحی خطاب برموقع سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ ۱۹۵۶ء میں اصحاب رسولؐ کی عظیم الشان قربانیوں کی مثالیں دیتے ہوئے فرمایا: ''جب ہم انصارؓ کی تاریخ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ایسی قربانیاں کی ہیں کہ اگر آپ لوگ جو انصار اللہ ہیں اُن کے نقش قدم پر چلیں تو یقیناً اسلام اور احمدیت دور دور تک پھیل جائے اور اتنی طاقت پکڑ لے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کے مقابلہ پر ٹھہر نہ سکے....'' (سبیل الرشاد جلد اول صفحہ ۱۰۶)

یہ دراصل معلم ومزکی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی قوت قدسیہ کا اثر تھا کہ صحابہ نے ایسی عظیم الشان تبدیلیاں اپنے اندر پیدا کیں اور حیرت انگیز قربانیاں پیش کرنے والے ہوئے۔ مجلس انصار اللہ کا عہد ہے کہ ''میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لیے ان شاء اللہ آخر دم تک جدو جہد کرتا رہوں گا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہوں گا، نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ ان شاء اللہ۔'' یعنی ہم اپنی زبان سے اس عہد کو دہرا کر اپنے آپ کو یہ باتیں ذہن نشین کراتے ہیں کہ یہ وہ کام ہیں جو ہم نے سرانجام دینے ہیں لیکن اصحاب رسولؐ کے وجود ایسے تھے جنہوں نے عملی طور پر اس عہد کی باتوں کو پورا کر کے دکھایا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ یعنی اُن میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی مَنّت کو پورا کر دیا (الاحزاب: ۲۴) کے الفاظ میں خوشنودی کا سرٹیفکیٹ پایا۔ اس مضمون میں اصحاب رسولؐ کی زندگی سے چند واقعات پیش کیے جا رہے ہیں جو ہمیں دین اسلام کی مضبوطی، اس کی اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کا درس دیتے ہیں۔

دین اسلام کی مضبوطی اور اس کی اشاعت کے سامان کرنا

دین حق کو قبول کرنے کے بعد اس کی حفاظت اور مضبوطی بہت ضروری امر ہے، روایات میں ایمان کے متعلق آتا ہے ''یَزِیدُ وَیَنۡقُصُ'' کہ ایمان بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔ پس ایمان لانے اور دین کو قبول کر لینے کے بعد مومن کا فرض ہے کہ اپنے ایمان کو گھٹنے سے بچائے اور اس کے ازدیاد کی فکر کرے۔ صحابہ رسولؐ اس لحاظ سے اپنا محاسبہ کرتے رہتے تھے چنانچہ حضرت حنظلہ بن ربیع الکاتب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ وہ حالت جو رسول اللہؐ کی مجلس میں ہوتی ہے وہ حالت آپؐ کی مجلس سے اٹھنے کے بعد نصیب نہیں ہوتی پس نَافَقَ حَنۡظَلَۃُ کہ حنظلہؓ تو منافق ہو گیا ہے۔ (جامع ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع عن رسول اللہ ﷺ باب نمبر ۵۹) پس جہاں ایمان اور دین کی مضبوطی کی اس قدر فکر ہو وہاں کیسے یہ تصور ہو سکتا ہے کہ دین میں کمی واقع ہو جائے

گی اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام صوم وصلوٰۃ وغیرہ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ہمیشہ وقت نکال کر اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں پہنچاتے تھے اور آپؐ کی پاکیزہ صحبت سے فیض پاتے تا کہ حضور ﷺ کے فرمودات سنیں اور اُن پر عمل کرنے والے ہوں۔ اس نیک کام کی طرف اتنی توجہ تھی کہ ایک طبقہ صحابہ کا "اصحاب الصُفّہ" کہلایا یعنی وہ جو حصول دین کی خاطر رسول اللہ ﷺ کے در پہ پڑے رہتے تھے۔ کسب معاش کی ذمہ داری بھی انسان پر واجب ہے لیکن صحابہ جب اس ذمہ داری کے لیے جاتے تو رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے غیر حاضری کے ازالہ کے سامان بھی ساتھ کر جاتے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور میرے ایک انصار پڑوسی نے باریاں مقرر کی ہوئی تھیں کہ ایک دن وہ آپؐ کی صحبت میں دن گزارا کرے اور ایک دن مَیں۔ اس طرح ہم ایک دوسرے کو رسول اللہ ﷺ کی باتیں بتایا کرتے تھے۔ (بخاری کتاب العلم باب التَّنَاوُبِ فِي الْعِلْمِ)

حضور ﷺ کی محفل میسر نہ آتی تو آپس میں مجلس لگا کر فرمان الٰہی اور فرمان رسول کو دہراتے تا کہ دین کی باتیں ذہن نشین رہیں اور ان میں کوئی سستی واقع نہ ہو۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کبار صحابہ میں سے ایک تھے، وہ جب بھی کسی دوسرے صحابی سے ملتے تو کہتے تَعَال نُؤْمِنْ بِرَبِّنَا سَاعَةً (الاصابہ فی تمیز الصحابہ کتاب العین ذکر عبد اللہ بن رواحہؓ) یعنی آؤ تھوڑی دیر اپنے رب پر ایمان لے آئیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک عظیم المرتبت صحابی تھے، انہوں نے ایک شخص سے کہا اجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً (بخاری کتاب الایمان بَابُ الإِيمَانِ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ) یعنی ہمارے ساتھ بیٹھو تا کہ ہم کچھ دیر ایمان والے بن جائیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مومن نہیں تھے بلکہ یہ مراد ہے کہ ایمان کی باتیں کر کے ایمان تازہ کر لیں کیونکہ ایمان افروز باتیں کرنے سے ایمان میں تجدید آجاتی ہے اور از سر نو ایک تازگی اور بشاشت پیدا ہو جاتی ہے اور اپنی دینی حالت کو مضبوط کرنے کی یہ بھی ایک صورت ہے۔

دین کی مضبوطی اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اوامر کی ادائیگی یعنی جن کاموں کے کرنے کا دین نے حکم دیا ہے اُن کو بجالانا۔ اور نواہی سے اجتناب یعنی جن کاموں کے کرنے سے دین نے روکا ہے اُن سے اجتناب کرنا۔ حدیث میں آیا ہے: الإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً کہ ایمان کے ساٹھ سے کچھ زائد حصے ہیں۔ (بخاری کتاب الایمان)

اصحاب رسولؐ کی زندگی ان تعلیمات کے عملی نمونے سے بھری پڑی ہے۔ توحید کا اقرار اور شرک سے بیزاری، اتباع قرآن، محبت رسولؐ، اطاعت رسولؐ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، والدین کی اطاعت و خدمت، صلہ رحمی، پڑوسیوں سے حسن سلوک، یتامیٰ کی خبر گیری، سلام کو رواج دینا، جنازے کے ساتھ جانا، بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا، ان کی تربیت کرنا، تبلیغ اسلام، جہاد، انفاق فی سبیل اللہ، ایثار، حیا وغیرہ یہ وہ سرخیاں ہیں جن پر ایمان اور عمل دین کو مضبوط کرتا ہے اور صحابہ کی سیرت انہی سرخیوں کی عمدہ مثال ہے۔

دین اور ایمان کی مضبوطی کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ معاندین کے پروپیگنڈے اور ان کی فتنہ پردازیوں سے اپنے آپ کو بچا کے رکھا جائے، ان کے پیدا کردہ وساوس اور دی گئی لالچ کو ردّ کر دیا جائے۔ معاندین اور منافقین کی پھیلائی گئی شرانگیزیوں اور فتنوں کا اصل علاج تو واقعہ افک کے ضمن میں مذکور یہ قرآنی فرمان ہے کہ لَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا (النور: ۱۳) یعنی جب تم نے یہ بات سنی تھی تو کیوں نہ مومن مردوں اور عورتوں نے اپنی قوم کے متعلق نیک گمان کیا۔ مزید فرمایا: وَلَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَا أَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ أَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (النور: ۱۷، ۱۸)
یعنی کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اِس بات کو سنا تھا تو فوراً کہہ دیا کہ یہ ہمارا کام نہیں کہ ہم اِس بات کو آگے دوہرائیں۔ اے خدا تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس قسم کی بات کے دوبارہ کرنے سے ہمیشہ کے لیے روکتا ہے اگر تم مومن ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی اس مضمون میں نہایت مفید ہے کہ مِنْ حُسْنِ إِسْلاَمِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لاَ يَعْنِيهِ۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب التَّثَبُّتِ فِي الْفِتْنَةِ) یعنی بندے کے بہترین اسلام کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ ان باتوں سے دور رہے جن سے اُس کو کوئی کام نہیں۔ پس جب ایمان نصیب ہو گیا ہے تو پھر ایسے پروپیگنڈے، ایسے لٹریچر، ایسے بیانات اور ایسی وڈیوز وغیرہ سے احتراز ہی میں ایمان کی سلامتی ہے ورنہ ایسے پروپیگنڈے کا مقصد صرف اور صرف تعلقات اور ایمان کے رشتوں میں دراڑیں ڈالنا ہے۔ اس ضمن میں حضرت کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ کی نہایت عمدہ مثال ہمارے سامنے موجود ہے کہ جب وہ بغیر کسی عذر کے غزوہ تبوک میں شامل نہ ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے سزا کے طور پر مسلمانوں سے اُن کا مقاطعہ کرایا، یہ دن اُن کے لیے نہایت سخت تھے،

انہی سزا کے دنوں میں حضرت کعبؓ کو غسان کے گورنر کا یہ خط ملا کہ قَدْ بَلَغَنَا اَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَلاَ مَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ قَالَ فَقُلْتُ حِينَ قَرَاْتُهَا وَهٰذِهِ اَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ فَتَيَامَمْتُ بِهَا التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهَا بِهَا۔ (صحیح مسلم کتاب التوبة باب حَدِيثِ تَوْبَةِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ) یعنی ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے تم سے لاتعلقی کر لی ہے۔ اللہ نے تمہارے لیے بس رسوائی اور ہلاکت کا گھر ہی نہیں بنایا تم ہمارے ساتھ آملو ہم تمہاری خیرخواہی کریں گے۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ جب میں یہ خط پڑھا تو اپنے آپ سے کہا کہ یہ (خط) بھی ایک ابتلاء ہے پس میں نے اُسے آگ میں پھینکنے کی نیت کر لی اور اُسے جلا ڈالا۔

دین کی اشاعت میں بھی صحابہ کا کردار نہایت اعلیٰ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو تاکید فرمائی تھی بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً (بخاری کتاب أحادیث الأنبیاء باب مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ) یعنی میری باتیں آگے پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ یا فتح مکہ کے موقع پر حاضر صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا: وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ یعنی جو یہاں حاضر ہیں وہ (میرا یہ پیغام) غیر حاضر لوگوں کو پہنچادیں۔ چنانچہ صحابہ نے ہمیشہ اس حکم نبویؐ کی تعمیل میں قرآن اور رسولؐ کے پیغام کی اشاعت میں اپنی زندگیاں بسر کیں چنانچہ مؤخر الذکر حکم رسولؐ کی پیروی میں ہی حضرت ابو شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ نے یزید بن معاویہ کے دور میں ایک مرتبہ امیر مدینہ عمرو بن سعید کو جبکہ وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا، کہا کہ اے امیر! مجھے اجازت دیں، میں آپ کو ایک ایسی بات بتاؤں جو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے اگلے دن فرمائی تھی جسے میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ رکھا .... (صحیح مسلم کتاب الحج باب تَحْرِيمِ مَكَّةَ وَصَيْدِهَا وَخَلَاهَا وَشَجَرِهَا وَلُقَطَتِهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ عَلَى الدَّوَامِ۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ باب الکنی ذکر أبو شریح الخزاعیؓ) اشاعت دین کا یہ جوش اور جذبہ آخر عمر تک صحابہ میں موجزن رہا۔ حضرت عبادہ بن صامت الانصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی موت کے قریب کی حالت میں ایک شخص سے فرمایا کہ اللہ کی قسم ہر حدیث جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی جس میں تمہارے لیے بھلائی تھی وہ میں نے تمہارے سامنے بیان کر دی ہے سوائے ایک حدیث کے جو میں آج تمہیں بتاؤں گا جبکہ میں موت کی گرفت میں ہوں.... (صحیح مسلم کتاب الایمان باب مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ بِالْإِيمَانِ وَهُوَ غَيْرُ شَاكٍّ فِيهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَحُرِّمَ عَلَى النَّارِ)

خلافت کی حفاظت میں صحابہ کا نمونہ

صحابہ رسولؐ نے آپؐ کی حفاظت اور سلامتی کے لیے اپنا تن، من اور دھن سب کچھ قربان کر دیا۔ جانوں کی قربانی کا جو نمونہ اصحاب رسولؐ نے دکھایا کسی نبی کی امت میں ایسا نمونہ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلافت کے قیام اور اس کی حفاظت اور استحکام کے لیے بھی ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہ کیا۔ قیام خلافت کے لیے جدو جہد کے ذکر میں امام ابن حجر العسقلانیؒ نے اپنی شرح بخاری میں یہ بات درج فرمائی ہے کہ اَنَّ اِقَامَةَ الْخَلِيفَةِ سُنَّةٌ مؤكَّدَةٌ وبِأَنَّهُمْ تَرَكُوْا لِأَجْلِ اِقَامَتِهَا أَعْظَمَ الْمُهِمَّاتِ وَهُوَ التَّشَاغُلُ بِدَفْنِ النَّبِيِّ حَتّٰى فَرَغُوْا مِنْهَا۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابہ باب قول النبی لَوْكُنتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا حدیث نمبر ۳۶۶۸ قولہٗ (فقال قائل قتلتم سعد بن عبادۃ) یعنی خلافت کا قیام ایک سنت موکدہ ہے.... اور یہ کہ انہوں (صحابہ) نے اس (خلافت) کے قائم کرنے کی خاطر بعض عظیم الشان کام بھی چھوڑ دیے جن میں سے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی تدفین بھی تھی، جب تک کہ وہ اس (قیام خلافت) سے فارغ نہیں ہوئے۔ جب خلافت کا قیام عمل میں آ گیا تو پھر اس کی کامل اطاعت اور اُس سے کامل وابستگی کا عمدہ نمونہ دکھایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے پُرجوش لوگ بھی خلافت کے آگے سر تسلیم خم کیے نظر آئے، آنحضرت ﷺ کی وفات کے موقع پر جب خلافت کے قیام کا عمل ابھی جاری تھا اور انصار سے بات کرنے کا مرحلہ جاری تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس موقع پر بات کرنی چاہی اور اس کے لیے میں نے بڑی اچھی تیاری کر لی تھی یہاں تک کہ مجھے لگتا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ بھی اس حد نہیں بول پائیں گے لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے خاموش کرا دیا اور جب خود خطاب کیا تو لوگوں میں سے سب سے زیادہ بلیغ خطاب کیا۔ (صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابہ باب قول النبی لَوْكُنتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا)

پھر قیام خلافت کے بعد خلیفہ کے آگے اپنی رائے ضرور دیتے لیکن جو فیصلہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کرتے، اپنی رائے کو چھوڑ کر اُس فیصلہ کی پاسداری کرتے چنانچہ مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھی باغیوں کے منع زکوٰۃ وغیرہ معاملات کے نتیجے میں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن سے جنگ کا فیصلہ کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ یعنی آپ کیسے ان لوگوں سے جنگ کریں گے، وہ تو لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی کلمہ پڑھ لے تو پھر اس کی جان و مال کی حفاظت میری ذمہ داری ہے۔ لیکن جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وجہ بتا کر اپنا فیصلہ سنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعد میں یہی کہنے لگے کہ

فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ یعنی میں بھی اس نتیجہ پر پہنچا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی حق پر تھے۔

(بخاری کتاب الزکوۃ باب نمبر (۱) باب وُجُوبِ الزَّكَاةِ)

حضرت عبداللہ بنؓ مسعود رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اہل کوفہ کی تعلیم و تربیت کے لیے بطور مربی مقرر فرمایا۔ بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں آپ کو کوفہ کا امیر مقرر فرما دیا۔ بعد از اں حضرت عثمان غنیؓ نے بعض مصالح کی بنا پر آپ کو امارت سے ہٹا کر مدینے واپس آنے کا فرمایا تو اہل کوفہ نے آپ سے کہا کہ آپ یہیں رہیں اور ہم ہر ایسی بات کو روک دیں گے جسے آپ ناپسند کریں گے۔ تو آپؓ نے فرمایا: 'اِنّ لہٗ علیَّ حق الطاعة، و لا أحبّ أن أكون أوّل من فتح باب الفتن'' یعنی ان (خلیفہ وقت) کی اطاعت مجھ پر واجب ہے اور میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ اُن کی نافرمانی کر کے میں فتنہ کا کوئی دروازہ کھولوں۔ (الاصابه فی تمییز الصحابه کتاب العین ذکر عبد الله بن مسعود بن غافل) چنانچہ آپ خلیفہ وقت کی اطاعت کا عمدہ نمونہ پیش کرتے ہوئے اہم عہدہ چھوڑ کر مدینہ واپس آ گئے اور اپنے ذاتی نمونہ سے خلافت کے مقام و مرتبہ اور اس کی حفاظت کا درس لوگوں کو دے آئے۔

خلافت راشدہ اولیٰ کے زمانہ میں منافقوں نے جب خلافت پر نکتہ چینیاں شروع کیں اور خلافت کی قدر و منزلت کم کرنے کے لیے افواہوں کے ذریعہ وساوس کا جال بچھایا تو صحابہ نے ان فتنوں کا ہر طرح سے مقابلہ کیا اور مقام خلافت اور اس کی اہمیت کا احساس بار بار ان لوگوں کو دلایا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگ اپنی شر پسندی سے باز آنے والے نہیں تو انہیں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

يَا قَوْمِ لَا تَسُلُّوا سَيْفَ اللّٰهِ فِيكُمْ، فَوَاللّٰهِ إِنْ سَلَلْتُمُوهُ لَا تُغْمِدُوهُ! إِنَّ مَدِينَتَكُمْ مَحْفُوفَةٌ بِالْمَلَائِكَةِ فَإِنْ قَتَلْتُمُوهُ لَيَتْرُكُنَّهَا

(الكامل في التاريخ ابن اثير۔ سنه ۳۵ للهجرة۔ ذکر مقتل عثمان)

یعنی اے لوگو تم اپنے اوپر اللہ کی تلوار کو نہ نکالو۔ خدا کی قسم اگر تم اس تلوار کو نیام سے باہر نکال لو گے تو تم اسے نیام میں نہیں رکھ سکو گے .... تمہارا مدینہ ملائکہ کی حفاظت میں ہے پس اگر تم نے ان (حضرت عثمانؓ) کو قتل کیا (اور نظام خلافت کو مٹانا چاہا) تو پھر وہ ملائکہ اس شہر کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

ایک اور عظیم المرتبت صحابی حضرت حنظلہ بن ربیع الکاتب رضی اللہ عنہ نے خلافت جیسی نعمت خداوندی کی ناشکری ہوتے دیکھی تو تعجب کے ساتھ فرمایا:

عَجِبْتُ لِمَا يَخُوضُ النَّاسُ فِيهِ ۔۔۔ يَرُومُونَ الْخِلَافَةَ أَنْ تَزُولَا
وَلَوْ زَالَتْ لَزَالَ الْخَيْرُ عَنْهُمْ ۔۔۔ وَلَاقَوْا بَعْدَهَا ذُلًّا ذَلِيلَا
وَكَانُوا كَالْيَهُودِ وَكَالنَّصَارَى ۔۔۔ سَوَاءً كُلُّهُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَا

(کتاب الکامل فی التاریخ ابن اثیر۔ سنة خمس و ثلاثین۔ ذکر مقتل عثمانؓ)

ترجمہ: مجھے حیرت ہے کہ لوگ کن باتوں میں پڑ گئے ہیں، وہ خلافت کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر اُسے مٹانا چاہتے ہیں۔ اگر یہ (خلافت) مٹ گئی تو پھر ان سے خیر و برکت بھی مٹ جائے گی اور اس کے بعد شدید ذلّت میں جا پڑیں گے اور یہود و نصاریٰ کی طرح ہو جائیں گے اور راستہ سے بھٹکنے کے لحاظ سے وہ سب برابر ہو جائیں گے۔

غرضیکہ صحابہ نے خلافت کی حفاظت اور اس کے مقام و مرتبہ کو اجاگر کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی اور اطاعت خلافت کا حسین نمونہ پیش کرتے ہوئے پوری جد و جہد سے اس کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کی۔ جماعت احمدیہ میں مجلس انصار اللہ کا قیام ہمیں انہی نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ مصداق اصحاب رسولؐ کے نقش قدم پر چلنے کا سبق دیتا ہے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''..... جب نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کا اعلان کیا تو اپنا سب کچھ اللہ، رسول اور اس کے دین پر نچھاور کر دیا۔ پس یہ نمونے ہیں جو آج آپ انصار اللہ کہلانے والوں نے دکھانے ہیں۔''

(خطاب بر موقع اجتماع مجلس انصار اللہ برطانیہ 5، نومبر ۲۰۰۶ء بحوالہ الفضل ۱۲ جنوری تا ۱۸ جنوری ۲۰۰۷ء صفحہ ۴۳)

مقالہ

”یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا“

محمد سلطان ظفر - اسپرنگ ویلی

روزِاوّل سے اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ دُنیا کی رہنمائی اور تربیت کے لئے انبیاء اور بزرگان نازل کرتا رہتا ہے۔ اسی سنت کے مطابق ۱۹ویں صدی عیسوی کے آخر میں اسلام کی حیاتِ نو اور عیسائیت کے ٹھاٹھیں مارتے سیلاب کے سامنے بند باندھنے کے لئے، اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کی ایک دور دراز بستی قادیان میں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو نازل فرمایا۔

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام پر کشوف و الہامات کا آغاز ہو چکا تھا اور بہت سے بزرگان آپ سے درخواست کرتے تھے کہ آپ ان کی بیعت لیں۔ مگر حکمِ خداوندی نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے کبھی کسی سے بیعت نہ لی۔ تاہم جب حکمِ خداوندی نازل ہوگیا تو آپ نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ عیسوی کو ایک پیغام خلق اللہ کو دیا جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غم خوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دُعا اور میری توجہ میں اُن کے لئے برکت دے گا بشرطیکہ وہ ربّانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان طیار ہوں گے یہ ربّانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے۔

اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا اَلَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

المبلغ خاکسار

غلام احمد عفی عنہ

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 ۱۸۷۸ء تا ۱۸۹۳ء ایڈیشن ۱۹۸۹ صفحہ ۱۸۸)

۹ جمادی الاوّل ۱۳۰۶ھ بمطابق ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور اشتہار شائع فرمایا جس میں دس شرائطِ بیعت کی تشریح بیان فرمائی۔ ان شرائط کی آٹھویں شرط مندرجہ ذیل ہے جو مضمون ہذا کا موضوع ہے۔

ہشتم:۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔ (اشتہار تکمیل تبلیغ ۹ جمادی الاوّل ۱۳۰۶ ہجری مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام شرائط بیان کرنے کے بعد تحریر فرمایا:

”یہ وہ شرائط ہیں جو بیعت کرنے والوں کے لئے ضروری ہیں...“

بیعت کی اس شرط کا مطالعہ گہرائی میں جاکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کی یہ شرط بہت مشکل ہے اور اس پر عملدرآمد حقیقتاً ایمان کے لئے ایک امتحان ہے۔

ہر انسان کو قدرتی طور پر اپنی زندگی، اپنا مال و دولت، اپنی عزت، اہلِ عیال اور رشتہ دار بہت عزیز ہوتے ہیں اور ان سے محبت کی وجہ سے ان کی حفاظت کے لئے حتی المقدور کوشش کرتا ہے۔ اگر ہم ان مندرجہ بالا دُنیاوی اموال اور رشتوں کا الگ الگ جائزہ لیں تو احساس ہوتا ہے کہ یہ تقویٰ کی وہ باریک راہیں ہیں جن پر چلے بغیر مسیح زماں علیہ السلام سے وفاداری کا دَم نہیں بھرا جا سکتا۔

ایک عام شخص بھی اپنے مال و دولت کی حفاظت کے لئے حسبِ ضرورت و اِستِطاعَت چوکیدار، سیکورٹی گارڈ، کیمرے، تالے، کنڈیاں غرضیکہ ہر دستیاب طریقہ سے حفاظت کرتا ہے۔ اور پھر اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ انشورنس بھی لے لیتا ہے کہ اگر یہ تمام حفاظتی نظام بھی ناکام ہوگیا تو بھی مال و دولت کے بدلہ میں انشورنس کمپنی معقول رقم ادا کردے۔ اسی طرح لوگ اپنے اہلِ خانہ کی حفاظت کے لیے ہر اقدام اٹھاتے ہیں۔ اپنا پیٹ کاٹ کر اپنے بچوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں، ان کے کپڑے لتّے کا خیال رکھتے ہیں اور ان کی تعلیم و تربیت کے لیئے دُنیا جہان کے مصائب اٹھاتے ہیں۔

ہر شخص کی اپنے ایک خاص حلقہ میں کچھ نہ کچھ عزت ضرور ہوتی ہے اور وہ اپنی اس عزت کو بچانے کے لئے بڑی تگ و دو کرتے ہیں۔ اور اپنی اس عزت کی بچانے یا اپنی ناک کٹنے سے بچانے کے لئے مقدور بھر کوشش کرتا ہے۔

اسی طرح ہر انسان، بلکہ ہر جاندار اپنی جان بچانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ ان کے اندر قدرت نے ایک ایسا نظام بنایا ہے کہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے بغیر سوچے سمجھے کوشش کرتا ہے، اور کبھی بھی آسانی سے موت کے آگے ہتھیار نہیں ڈالتا۔

مگر جب کسی شخص کو ان سب میں سے کسی ایک یا ایک کے مقابلہ میں دوسری چیز مثلاً مال اور زندگی میں سے ایک کو بچانے کے لئے دوسرے کی قربانی دینا پڑھے تو زندگی بچانے کے لئے مال قربان کر دیا جاتا ہے۔ آئے دن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک چھوٹے سے پستول یا چھری کے سامنے لوگ اپنی ساری زندگی کی کمائی دے دیتے ہیں اور شکر بھی ادا کرتے ہیں کہ جان بچ گئی۔ مگر جب اسی زندگی کا سودا عزت یا اولاد کے ساتھ ہو تو لوگ اپنی زندگی دے کر اپنی عزت یا اہل وعیال بچا لیتے ہیں۔ صاحبزادہ عبد الطیف شہیدؓ نے موقع پانے کے باوجود اپنی زندگی دے دی مگر مسیحِ دوراں سے منسوب اپنی عزت بچالی۔ اسی طرح ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں کہ والدین اپنے ڈوبتے بچوں کو بچاتے بچاتے خود اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ یعنی جو شخص حقیقتاً اسلام قبول کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ دین کے لئے، دین کی عزت کے لئے اور اسلام کی ہمدردی کے لئے ان سب چیزوں کی قربانی دینے کے لئے تیار رہے جو اس کے لئے آج سے پہلے مقصدِ حیات تھیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے والے، ان کی بیعت کرنے والوں نے، ان کے غلاموں نے اپنے اس عہد کا کس حد تک پاس کیا۔

دین کی عزت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی نسل میں سے صاحبزادہ غلام قادر نے جان کی قربانی دی۔ ان کو پتہ لگ گیا تھا دشمنوں کی سازش ہے کہ کہیں حملہ کر کے، اسلحہ اور صاحبزادہ غلام قادر کو وہاں چھوڑ دیں تا کہ دہشت گردی کا الزام جماعتِ احمدیہ پر لگ جائے لہٰذا صاحبزادہ غلام قادر نے دین کی عزت بچانے کے لئے چلتی گاڑی سے نکلنے کے لئے ہاتھا پائی شروع کر دی جس کی وجہ سے وہیں جامِ شہادت نوش فرمایا لیکن جماعت کی عزت بچالی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ غلام قادر شہید کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا: ان کا اغواء لشکر جھنگوی کے چار اشتہاری بدمعاشوں نے جن کا سرغنہ لشکر جھنگوی کا ایک نہایت بدنام زمانہ مولوی تھا اور یہ چاروں مفرور مجرم پولیس کو انتہائی خطرناک جرائم کے ارتکاب میں اس درجہ مطلوب تھے کہ ان میں سے ہر ایک کے سر کی قیمت حکومت نے بیس بیس لاکھ مقرر کر رکھی تھی۔ یعنی بد بخت ملا جو اس کا سربراہ تھا اور باقی پیشہ ور بدمعاش جو ان کی ملازمت میں رہتے ہیں۔ ان سب کے سروں کی بیس بیس لاکھ قیمت مقرر کر رکھی تھی۔ اس قسم کے منظم جرائم کے ماہرین سے ہم نے مشورہ کیا ہے۔ ان کی قطعی رائے یہ ہے کہ ان کو شیعوں پر خطرناک حملہ کرنے کے الزام میں ملوث کیا جائے کیونکہ محرم کا زمانہ ہے اس لئے دنیا پر یہ ظاہر کرنا تھا اور سارے ملک میں یہ کہہ کے آگ لگانی تھی کہ بے چارے سپاہ صحابہ پر تو خواہ مخواہ الزام آتے ہیں۔ اصلی بدمعاشی جماعت احمدیہ کر رہی ہے اور محرم وغیرہ کے موقع پر جو ملک گیر فسادات ہوتے ہیں ان میں یہ ذمہ دار ہیں۔ اور اگر یہ پتا چل جائے کہ جماعت احمدیہ ملوث ہے تو پھر وہ ملک گیر فسادات بہت زیادہ ہولناک صورت اختیار کر سکتے تھے۔ بے شمار احمدی معصوموں کی جانیں ان کے رحم و کرم پر ہوتیں۔ جو رحم و کرم کا نام تک نہیں جانتے۔ چنانچہ ماہرین بڑی قطعیت کے ساتھ یہ کہتے ہیں اور ان کے پاس میں کہنے کی وجوہات موجود ہیں۔ ان کی کار سمیت ان کی لاش کو، وہ کہتے ہیں کہ جلا دینا مقصود تھا۔ جس میں دہشت گردی کے جدید ترین ہتھیار مثلاً راکٹ لانچرز گرنیڈ اور گرنیڈ لانچر اور بہت سی کلاشنکوفیں بھر دی جانی تھیں۔ یہ خیال کیوں ان کو آیا اس لئے کہ ایک شخص کے قتل کے لئے اتنا بھاری جدید اسلحہ جو دہشت گردی کے جدید ترین تیار لوگوں کو جو ٹرینڈ آدمی ہیں ان کو دیا جاتا ہے۔ وہ ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟ ایک کار سے ان سارے جدید ترین اسلحہ جات کی بھرمار پکڑی گئی ہے اور ان ماہرین کا خیال ہے کہ یہ ساری چیزیں میں ان کی کار میں بھر کر اس کو جلا دینا مقصود تھا لیکن اندر سے وہ چیزیں پکڑی جاتیں اور یہ الزام لگتا کہ سارے پاکستان میں جو خطرناک اسلحہ تقسیم ہو رہا ہے اور بدمعاشیاں کی جا رہی ہیں یہ جماعت احمدیہ کروا رہی ہے۔ اور یہ جو چیزیں پکڑی گئیں۔ یہ پولیس نے تسلیم کیا ہے کہ وہ ایک طرف تو اس کو اتفاقاً ڈکیتی کا واقعہ بیان کرتی ہے اور دوسری طرف تسلیم کرتی ہے کہ ساری چیزیں ان کے پاس تھیں۔ عام ڈکیتی میں اتنے خطرناک ہتھیاروں کی ضرورت کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ ویسے ہی ناممکن ہے۔

اب غلام قادر شہید کا جو غیر معمولی کارنامہ ہے وہ یہ ہے کہ اس کو سمجھ آ گئی کہ یہ ایک خطرناک سازش ہے جس کے بد اثرات جماعت پر مرتب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے بالکل پرواہ نہیں کی کہ اس کو کیا تکلیف دی جا رہی ہے۔ اس کے گلے گھونٹنے کی کوشش کی گئی۔ اس کو ہر طرح سے اور خنجر مار کے بھی مارنے کی کوشش کی گئی تا کہ وہ بیچ کے باہر نہ نکل سکے۔ لیکن بڑی سخت جانی کے ساتھ سارے مصائب کو برداشت کرتے ہوئے وہ ان کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور یہ پسند کیا کہ سڑک پر اس کا خون بہہ جائے تا کہ جماعت احمدیہ اس

سازش کے بد اثرات سے محفوظ رہے اور ان کے قبضے میں آ کر دہشت گردی کے منصوبے میں اس کو ملوث نہ کیا جا سکے۔ یہ جد وجہد تھی قادر کی، جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہی۔ شدید جسمانی اذیت پہنچی ہے مگر بالکل پرواہ نہیں کی۔ آخر دم تک ان سے لڑتا رہا اور اغواء کا منصوبہ ناکام کر دیا اور سڑک پر باہر نکل کر ان کی گولیوں کا نشانہ بننا قبول کر لیا۔ اس شہادت کا یہ پہلو ایسا ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ قیامت تک شہید کے خون کا ہر قطرہ آسمان احمدیت پر ستاروں کی طرح جگمگاتا رہے گا۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ اپریل ۱۹۹۹ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۳ اپریل ۱۹۸۷ کو تحریکِ وقفِ نو کا اعلان کرتے ہوئے ایک کہانی سنائی جس سے ثابت ہوتا تھا کہ انسان کے لئے اس کی اولاد، مال و دولت اور اپنی جان سے بھی بڑھ کر قیمتی ہوتی ہے۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"...ہمایوں کے متعلق بھی بابر نے جب یہ سوچا کہ ہمایوں کی زندگی بچانے کے لئے میں خدا کے سامنے اپنی کوئی پیاری چیز پیش کروں تو کہتے ہیں کہ بابر اس کے گرد گھومتا رہا، اس نے سوچا کہ میں یہ ہیرا جو مجھے بہت پیارا ہے دے دوں۔ پھر خیال آیا کہ ہیرا کیا چیز ہے میں یہ دے دوں۔ پھر خیال آیا کہ پوری سلطنت مجھے بہت پیاری ہے میں پوری سلطنت دے دیتا ہوں اور پھر سوچتا رہا۔ پھر آخر اس کو خیال آیا۔ اس کے نفس نے اس کو بتایا کہ تجھے تو اپنی جان سب سے زیادہ پیاری۔ اس وقت اس نے یہ عہد کیا اور خدا سے دعا کی کہ اے خدا واقعی اب میں سمجھ گیا ہوں کہ مجھے سب سے زیادہ پیاری چیز میری جان ہے۔ اے خدا! تو میری جان لے لے اور میرے بیٹے کی جان بچالے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ واقعتاً اس وقت کے بعد سے پھر ہمایوں کی صحت سدھرنے لگی اور بابر کی صحت بگڑنے لگی۔"

(خطبہ جمعہ: ۳ اپریل ۱۹۸۷ بمقام مسجد فضل، لندن مطبوعہ خطبات طاہر جلد ۶ صفحہ ۲۴۵)

ایسی اولاد جس کے لئے انسان اپنی ساری دولت، خوشیاں اور سب سے بڑھ کر جان بھی قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا، اُس اولاد کو جب کسی باپ کی آنکھوں کے سامنے تشدد کا نشانہ بنایا جائے اور باپ کو دھمکی دی جائے کہ اگر باپ، احمدیت سے تائب نہیں ہوتا تو اس کے بیٹے کو جان سے مار دیا جائے گا تو صرف ایمان کی طاقت ہے جو اس قربانی پر بھی راضی ہو جاتی ہے۔ وہ غیر متزلزل ایمان ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرستادہ مسیحِ دوراں کی بیعت کو اس مضبوطی سے پکڑے رکھتا ہے کہ بیٹے کی موت بھی اس ایمان کو رَتی بھر سرکا نہیں سکتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"۱۹۷۴ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف جو فسادات ہوئے تھے، اُن میں تیس پینتیس احمدی شہید کئے گئے تھے۔ لیکن بعض ایسی حالت میں شہید ہوئے کہ اُنہیں اذیت دے دے کر شہید کیا گیا۔ باپ اور بیٹے کو شہید کیا گیا۔ باپ کے سامنے بیٹے کو اذیت دی جاتی تھی۔ بیٹے کے سامنے باپ کو اذیت دے کر یہ کہا جاتا تھا کہ احمدیت سے تائب ہوتے ہو یا نہیں؟ اور یہ سب کچھ صرف لوگ نہیں کر رہے تھے بلکہ وہاں کی پولیس بھی سامنے کھڑی یہ تماشا دیکھ رہی ہوتی تھی۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ: ۶ اپریل ۲۰۱۲ء)

مندرجہ بالا واقعہ کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ یکم جون ۱۹۷۴ء کو گوجرانوالہ میں مخالفینِ احمدیت نے ایک احمدی گھرانے پر حملہ کر دیا۔ اس وقت گھر میں اس وقت مکرم چوہدری منظور احمد صاحب اور ان کے بیٹے مکرم چوہدری محمود احمد طاہر صاحب تھے۔۔ لوگوں نے باپ بیٹے کو مارنا شروع کر دیا اور اصرار کیا کہ دونوں احمدیت سے تائب ہونے کا اعلان کر دیں۔ دونوں نے انکار کر دیا۔ ظالموں نے باپ کے سامنے مار مار کر بیٹے مکرم چوہدری محمود احمد طاہر صاحب کو شہید کر دیا مگر باپ نے اپنے بیٹے کی زندگی کے لئے کوئی بھیک مانگی نہ ان کے پایہ استقلال میں کوئی لرزش آسکی۔ بعد ازاں ظالموں نے چوہدری منظور احمد صاحب کو بھی شہید کر دیا۔

شاید ہی کوئی ایسا احمدی ہو جس نے مالی قربانی میں حصہ نہ لیا ہو۔ نہ صرف حصہ لیا ہو بلکہ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان فضلوں کے نشان نہ دیکھے ہوں۔ اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک ایمان افروز واقعہ سنایا:

"یہ بھی تنزانیہ کا ہی ہے۔ اس کے بارے میں سموئے (Samuye) کے معلم لکھتے ہیں کہ جماعت میں تین بچے ہیں جو چوتھی جماعت میں پڑھتے ہیں، باقاعدگی سے مسجد میں تعلیمی اور تربیتی کلاسز میں شامل ہوتے ہیں۔ تینوں بچوں کے گھرانے مالی لحاظ سے غریب ہیں۔ کوئی مستقل آمدنی کا ذریعہ نہیں۔ گذشتہ ماہ سے یہ آپس میں مقابلہ کرتے تھے اور مقابلے میں چندہ تحریک جدید ادا کرنے کی طرف ان کی دوڑ لگی ہوئی تھی۔ ہر ایک علیحدگی میں اپنا چندہ لاتا تھا اور کوشش کرتا تھا کہ جتنی بھی رقم اس کے پاس موجود ہے وہ ادا کرے اور اس طرح انہوں نے کسی نے پانچ سو، کسی نے چار سو، سات سو شلنگ جو بھی ان کے پاس تھا دیا اور کہتے ہیں کہ جب ایک دفعہ میں نے ان سے پوچھا کہ تم جو یہ چندہ تحریک جدید لاتے ہو، یہ پیسے کہاں سے لے کے آتے ہو؟ ایک نے بتایا کہ اپنی والدہ کے ساتھ جنگل میں لکڑیاں کاٹنے میں مدد کرواتا ہوں تو جیب خرچ کے طور پر جو پیسے ملتے ہیں اس میں سے چندہ تحریک جدید کے

لیے رکھ لیتا ہوں اور کہتے ہیں کہ جب سے میں نے چندہ ادا کرنا شروع کیا ہے ہمیشہ لکڑیوں کے گاہک فوری طور پہ مل جاتے ہیں اور کبھی نقصان نہیں ہوا۔ دوسرے بچے نے بتایا کہ وہ بھی اپنی جیب خرچ میں سے چندے کی رقم علیحدہ کرتا ہے۔ تیسرے بچے نے بتایا کہ اس کے گھر کے قریبی درختوں پر پھل وغیرہ لگتے ہیں۔ کبھی کبھار وہ اپنے کھانے کے لیے پھلوں سے زائد کو بیچ بھی دیتا ہے جس سے حاصل ہونے والی رقم سے چندہ ادا کر دیتا ہے۔ ان تینوں بچوں نے چندے کی برکات کا بھی بیان کیا کس طرح چندہ کی ادائیگی سے ان کی زندگی میں سکون محسوس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو ایمان و اخلاص میں بڑھاتا چلا جائے۔ یہ ہے ایمان جس سے ہمارے بچے بھی مزہ لوٹتے ہیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ نومبر ۲۰۲۱ء)

غیر ضیکہ جماعتِ احمدیہ کی تاریخ، ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں غلامانِ مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جان، مال اور اولاد کی قربانی دے دی مگر اپنی بیعت کے الفاظ سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے۔ بلکہ آگے ہی بڑھتے چلے گئے اور بڑے زور آور حملوں سے دشمن کے منصوبوں کو چکنا چور کر دیا۔ مئی ۲۰۱۴ میں بھوئیوال ضلع شیخوپورہ میں ایک مخالفِ جماعت نے اپنی دکان پر جماعت مخالف اشتہار لگائے جس کی بناء پر اس دکاندار کی چند احمدی احباب سے تلخ کلامی ہوگئی۔ اسی دکاندار نے ۱۳ مئی ۲۰۱۴ء کو اشتہار پھاڑنے کا بے بنیاد الزام لگا کر 4 احبابِ جماعت مکرم خلیل احمد صاحب، مکرم مبشر احمد صاحب، مکرم غلام احمد صاحب اور مکرم احسان احمد صاحب کے خلاف تھانہ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ میں ایف آئی آر نمبر ۲۹۱ کے تحت، زیر دفعہ A-۲۹۵ مقدمہ درج کروا دیا۔ ۱۶ مئی ۲۰۱۴ کو ایک انیس/بیس سالہ طالبِ علم سلیم قادری نے تھانہ شرقپور شریف میں داخل ہو کر، حوالات تک رسائی حاصل کر کے، مکرم خلیل احمد صاحب کو پستول سے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ اسی اسیری کے دوران مکرم احسان احمد صاحب (جن کے والد صاحب حوالات میں ہی شہید کر دیئے گئے تھے) کی والدہ محترمہ اپنے بیٹے کے غم اور صدمہ میں مالکِ حقیقی سے جا ملیں اور بیٹے کو نہ تو پیرول پر رہائی ملی نہ ہی وہ اپنی والدہ کا آخری دیدار کر سکا۔ بلکہ اس کو اطلاع بھی ایک ہفتہ بعد ہوئی جب ملاقات کے مقررہ دن احباب سے ملاقات ہوئی۔
مکرم احسان احمد صاحب کی شادی ان کی گرفتاری کچھ عرصہ قبل ہوئی تھی اور گرفتاری کے وقت ان کی اہلیہ امید سے تھیں۔ (انھوں نے اپنے بیٹے کو پہلی بار ۱۴ جنوری ۲۰۲۲ کو گلے لگایا۔) اس کیس کے دوران ہی ملزمان کے خاندانوں کو مخالفانہ حالات کی بناء پر ہجرت کرنا پڑی اور اور تاحال یہ خاندان واپس اپنے گھروں میں نہیں آ سکے۔

مکرم غلام احمد صاحب کی گرفتاری کے وقت ان کے تین بچوں کی عمریں ۸ سے ۱۲ سال تھیں اور یہ تینوں بچے ذہنی اور جسمانی طور پر معذور تھے۔ اس خاندان کو بھی اپنے عزیز و اقارب اور گاؤں چھوڑ کر جانا پڑا اور مکرم غلام احمد صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے یہ انتہائی مشکل اور آزمائش کا وقت ، بڑے حوصلے، بہادری اور بغیر کسی شکوہ کے، بڑے صبر کے ساتھ گزارا جو واقعی قابلِ ستائش ہے۔

خاکسار کو ان اسیرانِ راہ مولا سے باری باری تفصیل سے بات کرنے کا اعزاز حاصل ہوا اور ان سے جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ ان احباب کا ایمان پہلے سے کہیں مضبوط ہو چکا ہے اور خلافت سے ایسا تعلق پیدا ہو چکا ہے جس کا تصور عام آدمی تو کُجا عام احمدی کے بھی مشکل ہے۔ اُن کا ہر فقرہ اس بات سے شروع ہوتا تھا کہ خلیفۂ وقت کی دُعاوں سے۔۔۔ خلیفۂ وقت کے ارشاد کے مطابق۔۔۔ خلیفۂ وقت جیسا حکم فرمائیں گے۔۔۔ اس کے بعد وہ ان تمام احبابِ جماعت کے شکر گزار تھے جنھوں نے اس مشکل وقت میں ان کا اور ان کے اہلِ خانہ کا خیال رکھا۔

چند اسنگھ والا ضلع قصور میں ایک ہی احمدی گھرانہ ہے۔ اس خاندان کے سربراہ مکرم محمد حنیف صاحب ہیں اور اس خاندان کو ۱۹۹۸ء میں بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت کی سعادت ملی۔ اور جس طرح اِس خاندان نے بیعت کی مذکورہ بالا شرط پر عمل کیا ہے وہ بے مثال ہے۔ مکرم محمد حنیف صاحب کی ایک 15 سالہ بچی نازیہ حنیف جو دسویں جماعت کی طالبہ تھی اور گاؤں کے بچوں کو قرآن کریم پڑھاتی تھی، چند دن بیمار رہنے کے بعد ۸ مارچ ۲۰۰۶ کو بقضائے الٰہی وفات پا گئی اور نزدیکی قبرستان سچیرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ تدفین کے بعد چند شر پسند عناصر نے لوگوں کو بھڑکایا کہ ہمارا قبرستان ناپاک ہو گیا ہے۔ گاؤں کے مولوی نے لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کیا کہ قبرستان کے دیگر مرحومین نے خواب میں میرے پاس آ کر شکایت کی ہے لہٰذا مرحومہ کی میت کو قبرستان سے نکالا جائے۔ مرحومہ کے خاندان نے جوان بچی کی وفات کا صدمہ تو پس پشت ڈال دیا اور یہ فکر ستانے لگی کہ کہیں قبر کی بے حرمتی نہ ہو۔ گاؤں میں شدید کشیدگی کا ماحول طاری ہو گیا تھا۔

بالآخر ۱۶ مارچ ۲۰۰۶ کو رات کے وقت بھاری تعداد میں پولیس نفری گاؤں پہنچی اور مکرم محمد حنیف صاحب اور اہلِ خانہ کو اپنی تحویل میں لے لیا اور ان کا موبائل فونز چھین لیا تا کہ

کہیں رابطہ نہ کرسکیں۔ نیزان کو حکم دیا کہ وہ فوراً اپنی بیٹی کی قبر کشائی کر کے نعش نکال کر کہیں اور لے جائیں۔ انکار پر پولیس مکرم محمد حنیف صاحب کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ بالآخر پولیس مکرم محمد حنیف صاحب اور ان کے دس سالہ بیٹے کو قبرستان لے گئی۔ گاؤں کے تقریباً ۲۰۰ افراد بھی قبرستان پہنچ گئے۔

پولیس نے دونوں باپ بیٹے کو جبراً حکم دیا کہ قبر کھود کر نعش نکالی جائے۔ مکرم محمد حنیف صاحب اور ان کا ۱۰ سالہ بیٹا قبر کشائی کرتے رہے اور لوگ تماشہ دیکھتے رہے اور قہقہے لگاتے رہے، ایک بھی آواز ایسی نہ اٹھی جس سے ندامت یا شرمندگی کا اظہار کیا ہو۔ اس سے بڑی قیامت کیا ہوگی کہ ایک جوان بچی کی نعش، وفات کے کئی روز بعد، باپ اور بیٹے کے ہاتھوں تماشبینوں کے سامنے نکلوائی جائے۔

ایک پولیس اہلکار سے آخر نہ رہا گیا اور اس نے اونچی آواز سے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ ”آپ لوگوں کو جو اعتراض تھا وہ دور ہوگیا ہے اب تو آپ کو ٹھنڈ پڑ گئی ہے۔“ نعش کی حالت بالکل ویسی ہی تازہ تھی جیسے تدفین کے دن تھی اور ایک خاص قسم کی خوشبو تھی جس نے ماحول کو گرما دیا تھا۔ پولیس کی نگرانی میں نعش کو قصور شہر لایا گیا اور تدفین عمل میں آئی۔

پوری دُنیا میں اسلام کے خلاف مختلف طریقوں سے حملے جاری ہیں۔ یہ حملے جنگ وجدل کے میدانوں میں بھی ہیں اور زبانی، تقریری اور تحریری بھی۔ اور سوشل میڈیا کے آنے کے بعد تو اس میں ایک اور ہی تیزی آ گئی ہے۔ جماعتِ احمدیہ کے پاس کوئی دُنیاوی حکومت نہیں ہے جس کی افواج دشمنوں کے ان جنگی حملوں کو جو وہ سیاسی بہانوں سے کرتے ہیں، روک سکے۔ مگر دشمنوں کے اسلام پر ہونے والے ہر تقریری یا تحریری حملے کو روکنے کے لئے پوری دُنیا کے احمدی، نظامِ جماعت کے تحت یا حسبِ موقع انفرادی طور پر اسلام کا دفاع کرنے کے لئے سب سے پہلے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ہالینڈ میں شائع ہونے والے خاکے ہوں، کینیڈا میں قرآن کی بے حرمتی ہو یا ہندوستان میں کی گئی توہینِ رسالت ہو، یہ احمدی ہی ہیں جو اسلام کی ہمدردی اور دفاع کے لئے آگے آئے اور ان دشمنان کا جواب تقریر، تحریر، سوشل میڈیا، ٹی وی، اخبارات، کُتب، ویڈیوز، غرضیکہ ہر دستیاب طریقہ سے تسلی بخش دیا گیا۔ احمدی مسلمانوں کی جان، مال، وقت، عزت اور اولاد کی قربانیوں کی فہرست بہت طویل ہے، جن پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور یہ قربانیاں ابھی جاری ہیں اور ہمیشہ جاری رہیں گی۔ ان شاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دُعا ہے کہ وہ ہمیں بیعت کی ہر شرط پر لفظی اور معنوی لحاظ سے پورا اترنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہم سب مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت حقّہ، جو کہ حقیقی اسلامی خلافت ہے، کے وفادار مبائع رہیں۔

کمالِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

میری جان اور دل محمدؐ کے جمال پر فدا ہیں۔ میرا یہ خاکی جسم آل محمدؐ کے کوچے پر قربان ہے

دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکاں ندائے جلالِ محمدؐ است

میں نے دل کی آنکھوں سے دیکھا۔ اور عقل کے کانوں سے سنا۔ ہر جگہ محمدؐ کے جلال کا شہرہ ہے

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خُدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

معرفت کا یہ چشمۂ رواں جو میں خلقِ خدا کو پیش کرتا ہوں۔ یہ محمدؐ کے کمالات کے سمندر میں سے محض ایک قطرہ ہے

ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدؐی ست
ویں آبِ من ز آبِ زُلالِ محمدؐ است

میری یہ آگ محمدؐ کے ہی عشق الٰہی کی آگ کا پرتو ہے۔ میرا یہ پانی یعنی زندگی بخش تعلیم محمدؐ کا ہی مصفّٰی پانی ہے

آئینہ کمالاتِ اسلام

نکاح

عاطف وقاص۔ ویسٹن نارتھ ویسٹ

اس مضمون کو انصار اللہ کے لئے لکھنے کا مقصد والدین کو نکاح اور اس کی اہمیت سے متعلق دلائل میں مضبوط کرنا ہے۔ عام طور پر والدین مروجہ رسمی طریقہ کار کو استعمال کرتے ہوئے ایک مخصوص انداز میں اپنے بچوں سے نکاح یا شادی سے متعلق بات کرتے ہیں جبکہ جدید تعلیم نے جہاں بہت سے فوائد پہنچائے ہیں وہاں کئی طرح کے جعلی فلسفے اور منطقیں بھی انسان کو سکھا دی ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ کسی اچھے کام کے لئے جھوٹ بولنے میں کوئی ہرج نہیں۔ پس موجودہ دور کی تعلیم اور موحول سے جو خیالات دلوں میں پیدا کیے جا رہے ہیں ان کے مقابلے کے لئے بھی لازمی ہے کہ والدین دلائل کے جدید طریقوں سے روشناس کروائے جائیں۔

کہا جاتا ہے کہ شادی ایک قید ہے۔ یہ انسان سے اس کی ساری آزادی چھین لیتی ہے۔ شادی ایک بوجھ ہے۔ یہ ذمہ داریوں کا بوجھ ہے ۔شادی انسان کو رشتوں میں باندھ دیتی ہے اس کی ذاتی پسند ناپسند کو ختم کر دیتی ہے۔ یہ آوازیں بہت بلند ہوگئیں ہیں اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے، ہر قوم اور مذہب سے تعلق رکھنے والے، ہر ذات اور خاندان سے تعلق رکھنے والے ان آوازوں کو بلند کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان آوازوں کے بلند ہوجانے کی وجہ کیا ہے۔ سادہ جواب ہے کہ آج کا انسان اپنے دورِ آزادی کو بڑھانا چاہتا ہے یعنی عمر کا وہ حصہ جس میں وہ کم سے کم اخلاقی پابندیوں کا سامنا کرے اور کم سے کم ذمہ داریوں کو اٹھائے اس دور کو دورِ غفلت و گناہ، زمانہ عیش و گمراہی بھی کہا جاسکتا ہے۔ یعنی وہ زمانہ جس میں انسان جسمانی قویٰ کی طاقتوں کے عروج پر ہوتا ہے اور ان کے ذریعے وہ زیادہ سے زیادہ لذات حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اس کی ایک وجہ شعوری یا لاشعوری طور پر یہ خیال ہے کہ زندگی مختصر ہے جوانی اور عیش کے دن اس سے بھی زیادہ کم ہیں جب ایک بار عمر گزر گئی تو پھر سب ختم ہوجائے گا پس زیادہ سے زیادہ لطف اٹھالیا جائے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی سب ختم ہوجاتا ہے یعنی یہ تو حقیقت ہے کہ لذات، طاقتیں جوانی ختم ہوتے جاتے ہیں مگر کیا اس دور کے کیے ہوئے کاموں کے نتائج بھی ختم ہوجاتے ہیں۔ کیا اس زندگی کے بعد واقعی کوئی اور زندگی نہیں۔ کیا واقعی وقت کم ہے اور زیادہ سے زیادہ لذتیں حاصل کر لینی چاہیئں۔ اگر ایسا ہے تو پھر جب سے دنیا بنی ہے مرنے کے بعد کی زندگی کا تصور کیوں موجود ہے۔ جہنم اور جنت کے تصورات کیا ہیں۔ یہ مضمون ان سولات کے جوابات مہیا نہیں کرے گا بلکہ قاری کو خود اپنے آپ سے یہ سوالات کرنے ہوں گے اور تحقیق کے ذریعے ان کے جوابات تلاش کرنے ہوں گے۔ یہ مضمون انسانی اعمال یا کاموں کے منطقی نتائج پر بات کرے گا ۔اگر جوانی میں زیادہ سے زیادہ لطف اٹھانا درست ہے اور جس میں بظاہر کوئی مسلہٴ بھی نظر نہیں آتا اور اس دور کے کاموں کا کوئی اچھا یا برا نتیجہ نہیں نکلتا بلکہ عمر کے ساتھ ساتھ ان کاموں کے نتائج بھی ختم ہوجاتے ہیں اور ایک شریک حیات کی بجائے، بہت سے من پسند عارضی شریک عیش تلاش کرنا درست ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ایڈز ان لوگوں کو لاحق ہوتی ہے جو ایسی ہی آزادی اور لطف کے قائل ہیں۔ جنسی تعلقات کے نتیجے میں منتقل ہونے والی امراض کیا ہیں اور کیوں ہیں۔ پس یہ بات غور طلب ہے کہ عمر ڈھلنے سے جوانی، طاقتیں ،لذتیں تو ماند پڑتی ہیں اور ختم بھی ہوجاتی ہیں مگر انسان کے کاموں کے نتائج کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ عمر بھر اس کے ساتھ چلتا ہے اور پھر مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ دورِ جوانی ارتقائے ذہنی کا ایک پڑاوٴ ہے۔ اس پڑاوٴ کو طول دینے سے ہم اپنی شعوری ترقی میں تاخیر کرتے جائیں گے۔ جب ہم تاخیر کے ساتھ شعوری ترقی کی اگلی منزل پر پہنچیں گے تو ہمارا وہی حال ہوگا جو اس طالب علم کا ہوتا ہے جسے حصول علم کا خیال بہت تاخیر سے آتا ہے۔ اس کی آنکھیں تو ہوتی ہیں مگر نظر کمزور ہوچکی ہوتی ہے۔ ارتکاز توجہ کی صلاحیت میں بہت نقصان ہوچکا ہوتا ہے۔ یادشوات کمزور ہونے کے باعث دن بھر کی مشقت کے بعد وہ علم کے دودھ کے چند قطرے ہی پی سکتا ہے باقی سب دودھ بہ جاتا ہے ۔پس جسمانی لطف کے اس دور کو جسے حضرت مسیح موعودؑ نے اسلامی اصول کی فلاسفی میں نفسِ امارہ کے طور پر بیان فرمایا ہے طول دینے سے آپ ایک طرح کا لطف تو زیادہ حاصل کر لیتے ہیں مگر کئی طرح کے ذہنی، شعوری، روحانی لطائف سے محروم رہ جاتے ہیں۔ یعنی اگر آپ تاخیر کے بعد تائب بھی ہوجائیں تو گزرا وقت بہرحال واپس نہیں آتا

اور وقت گزرنے سے صرف یہی نہیں کے وقت گزر جاتا ہے بلکہ وقت دراصل وہ قوت ہے جو مادی اشیاء کی تخریب کرتا رہتا ہے تا کہ خالق کائنات کے حکم سے انہیں دوبارہ تعمیر کر سکے۔یعنی یہ نہیں کہ بس وقت گزر گیا بلکہ آپ کی طاقت کم سے کم ہوگئی، دلچسپی ختم ہوگئی ،ہمت کمزور ہوگئی، جسم میں طاقت نہ رہی عبادت کی، مطالعہ کی، تہجد کی، جہاد کی۔ پس نفس امارہ یا دور جوانی کو نکاح نہ کر کے طول دینے سے ایک فائدہ تو ہوتا ہے مگر نقصانات بہت ہوتے ہیں۔ بہت سی ٹرینیں جو شعوری ارتقاء اور روحانی سرور کی وادیوں اور ملکوں کو جاتی ہیں وہ جا چکی ہیں۔ پس منطقی لحاظ سے چاہے آپ گناہ کو گناہ نہ سمجھیں اور محض لطف اٹھانے کا فطرتی تقاضہ سمجھیں مگر اس کے منطقی لحاظ سے ہی بہت سے نقصانات ہو چکے ہوتے ہیں۔

عام طور پر ہم اپنے لطف و عیش کے عارضی شریکوں سے اولاد پیدا نہیں کرتے کیونکہ وہ شریک آپ کو اس کی اجازت ہی نہیں دیتے کیونکہ اس طرح آپ ان کا دور عیش و عشرت ختم کر دیں گے۔ پس جب آپ گھر بنانے اولاد پیدا کرنے کا سوچتے ہیں تو آپ کافی عمر رسیدہ ہو چکے ہوتے ہیں جس کا اثر آپ کی اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت پر بھی پڑتا ہے ۔ پس آپ ایک ایسا پیڑ ہوتے ہیں جو بے موسم سا پھل دیتا ہے اس پھل کے ذائقے اور افادیت میں بہت فرق ہوتا ہے اس پھل سے جو اپنے موسم پر آئے اور خوب رسیلا اور مفید ہو۔مزید یہ کہ عمر گزرنے اور طرح طرح کے جذباتی اور نفسیاتی تجربات اور ان کے لازمی دباؤ سے گزرنے کے بعد جب آپ نکاح کے ذریعے کسی کو اپنا مستقل شریک حیات بناتے ہیں تو اس کے لئے آپ کے پاس وہ توجہ، دلچسپی اور تجسس باقی نہیں رہتا جو ایک خوبصورت تعلق میں ضروری ہوتا ہے اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ تجسس کا لطف اور لذت سے کتنا گہرا تعلق ہے یہی وجہ تھی کہ آپ نے دورِ عیش و عشرت یا نفس امارہ کے دور کو طول دیا تھا کیونکہ آپ بار بار تجسس بھرے ان تجربات سے گزرنا چاہتے تھے۔ پس اب آپ تہی دست ہیں اور آپ کی محبت میں گرمجوشی اور تجسس نہیں ہے اس حالت کو بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ' نفس امارہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو بدی کی طرف جو اس کے کمال کے مخالف ہے اور اس کی اخلاقی حالتوں کے برعکس ہے جھکاتا ہے۔(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۵)

یعنی نفس امارہ کے دور کو ارادتاً محض لطف و سرور کے لئے طول دینے سے آپ کے وہ کمالات یعنی طاقتیں ضائع ہو جاتی ہیں جو ایک شریک حیات کو اپنا گرویدہ بنانے اور اس کمال محبت کے نتیجے میں باصلاحیت اور نیک اولاد حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے آپ کا شریک حیات آپ سے بہت زیادہ متاثر نہیں ہو گا نہ ہی وہ آپ میں چاہنے کے باوجود اعلی درجے کی دلچسپی لے کر گھر میں محبت کی روح پیدا کر سکے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ زندگی روکھی پھیکی بے جان دن رات کا نام رہ جائے گی۔ اس کا بھی آپ کی تحقیقات، کاروبار، اولاد سے تعلقات اور مقاصد پر منفی اثر پڑے گا اور آپ کی انفرادی اور خاندانی ترقی رک جائے گی۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم گناہ سے تو بچتے ہیں۔ کسی غیر محرم سے جنسی تعلقات بھی قائم نہیں کرتے، عبادت بھی کرتے ہیں، اخلاقی طور پر بھی ہم اچھے ہوتے ہیں مگر ہم بعض ذاتی تلخ تجربات کی روشنی میں نکاح نہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ اپنے والدین یا بڑے بہن بھائیوں کی شادی کا ناکام ہو جانا یا ان کے درمیان تلخیوں کا ہونا لیکن یہ فیصلہ بھی دینی اور منطقی لحاظ سے درست نہیں کیونکہ اوّل نکاح کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور ہم اسے ٹال کر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ نکاح کر کے حضور ﷺ نے اپنی سنت سے اسے ہمارے لئے لازم کر دیا ہے مگر ہم وہ بھی نہیں کرتے اس طرح ہم اسوہ حسنہ ﷺ سے دور ہو جاتے ہیں ۔منطقی لحاظ سے نکاح نہ کر کے ہم اپنی زندگی کا بہت خوبصورت دور تنہا گزار دیتے ہیں۔یعنی ہم اپنے دل و دماغ پر ظلم کرتے ہیں۔ زندگی کے کئی حسین پہلوؤں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جہاں تک اس منطق کا تعلق ہے کہ شادی کے نتائج بھیانک دیکھ کر ایک عقل مند انسان کو شادی سے اجتناب کرنا چاہیئے تو یہ منطقی نتیجہ تو انسان کو ہر ترقی سے ہی روک دے گی۔ انسانوں کی زندگی کی تمام سرگرمیوں کے نتائج اچھے بھی نکلتے ہیں اور برے بھی۔ جیسے شادی کے بعد اولاد ایک انعام ہے اور ہر انسان کو اس کی خواہش ہوتی ہے مگر دماغی اور جسمانی لحاظ سے معذور بچے بھی تو پیدا ہوتے ہیں ۔تو کیا اس خوف سے کہ کہیں میرا بچہ معذور پیدا نہ ہو جائے انسان اولاد کا سلسلہ ہی ترک کر دے۔ اکثر پہاڑ کی چوٹیاں سر کرنے والے حادثات کا شکار ہو جاتے ہیں تو کیا انسان پہاڑ سر کرنے چھوڑ دے۔غرض صرف شادی کی بات نہیں ہے انسان کے ہر کام کا نتیجہ یا اچھا ہوتا ہے یا برا اور اس کا دارومدار ایک نہیں کئی عوامل پر ہوتا ہے مثلاً اگر شادی ہی بات کریں تو شادی کے برے نتائج کا بعض اوقات دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی ذمہ دار نہیں ہوتا۔یعنی خود سے کوئی چیز اچھا یا برا نتیجہ پیدا نہیں کر دیتی بلکہ اس میں بہت سے دیگر عوامل ہوتے ہیں جو اسے اچھا یا برا بناتے ہیں۔ شادی شدہ افراد کے درمیان ہونے والے جھگڑوں میں یا برے نتائج میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے قوت فیصلہ کمزور ہو تو انسان زیادہ حادثات کا سامنہ کرتا ہے اسی طرح انسانی رشتوں کو کامیابی سے نبھانے کے لئے بھی مضبوط قوت ارادی درکار ہوتی ہے۔ پس اگر انسان بغور جائزہ لے تو وہ اس سچائی تک پہنچ جائے گا

کہ قصور نکاح یا شادی کا نہیں ہوتا بلکہ جہالت، جلد بازی اور مالی فوائد کی غرض سے بنائے جانے والے غیر مناسب رشتوں کا ہوتا ہے۔ نکاح اس قدر اہم اور فطری ضرورت ہے کہ نکاح کرتے وقت انسان کو ہر ممکن حد تک غیر جانبدار اور ہر لالچ سے پاک ہو کر یہ فیصلہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ فطری رشتوں کو بقا ہے مگر غیر فطری تعلقات کو بقا نہیں اور ایک ہم کفو رشتہ فطرت کے زیادہ قریب ہے۔ یعنی جب ہم دنیاوی مفادات کے لئے بے جوڑ شادیاں کرتے ہیں تو ایک طرح سے ہم غیر فطری رشتہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں جو اکثر ٹوٹ جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا (سورۃ النسا: ۲) یعنی آدم کے وجود میں سے ہی ہم نے اس کا جوڑا پیدا کیا جو حوّا ہے تا آدم کا یہ تعلق حوا اور اس کی اولاد سے طبعی ہو نہ بناوٹی اور یہ اس لئے کیا کہ تا آدم زادوں کے تعلق اور ہمدردی کو بقا ہو کیونکہ طبعی تعلقات غیر منفک ہوتے ہیں مگر غیر طبعی تعلقات کے لئے بقا نہیں ہے کیونکہ ان میں وہ باہمی کشش نہیں ہے جو طبعی میں ہوتی ہے۔ غرض خدا نے اس طرح پر دونوں قسم کے تعلق جو آدم کے لئے خدا سے اور بنی نوع سے ہونے چاہیئے تھے طبعی طور پر پیدا کیے۔ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ النساء صفحہ ۲۷۰)

پس جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ہم جنس پرستی، یا عارضی جنسی تعلقات کی خاطر جو لوگ ساتھی بنتے ہیں ان میں کوئی مستقل فطری لگاؤ نہیں ہوتا محض عارضی شہوانی جذبات سے مغلوب ہو کر گویا ایک نشے کی سی حالت طاری رہتی ہے اور اس میں بھی ضمیر میں ایک خلش رہتی ہے جسے احساس گناہ یا غلط ہونے کا احساس کہا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایسے تعلقات کے نتیجے میں جو بچے پیدا ہوتے ہیں انسان انہیں بھی اپنانے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور اگر مغربی تہذیب اور دہریت کے زہر سے بیمار قومیں ایسے بچوں کو اپنا بھی رہی ہیں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ان والدین اور ایسے بچوں کے درمیان قربانی، محبت اور خلوص کا وہ تعلق ہرگز موجود نہیں ہوتا جو نکاح کی صورت میں پیدا ہونے والی اولاد اور والدین میں ہوتا ہے بلکہ ایک اجنبیت طاری رہتی ہے جسے کارل مارکس Alienation بھی کہتا ہے گو اس کے مطابق یہ اجنبیت سرمایہ دارانہ نظام کے باعث پیدا ہوتی ہے مگر ایک معاشرتی نظام بھی معاشی نظام سے جڑا ہوتا ہے۔ یہ ایک تفصیلی مضمون ہے تاہم قارئین انسانی فطرت اور فطری تعلقات کا موازنہ غیر فطری تعلقات سے کر سکتے ہیں اور یہ ایک کھلا تحقیقی دروازہ ہے۔

اقتباس کے مشکل الفاظ کے معنی

آدم کے وجود میں سے ہی: عورت کو مرد کے جسم سے ایک ایسا تعلق ہے جیسے وہ اسی کے جسم کا ایک حصہ ہو۔ یعنی مرد اور عورت کا تعلق فطرت کے اصولوں پر قائم ہے۔

بناوٹی: artificial/ unreal/ unnatural یعنی ایسی چیز یا تعلق جو خود بنایا جائے فطرتاً اسے بنانے کی خواہش نہ ہو۔ جیسے ہم جنس پرستی، محض لذت کے حصول کے لئے بار بار مختلف انسانوں سے جنسی تعلقات قائم کرنا۔ دراصل جنسی تعلقات کی بنیادی غرض نسل انسانی کا حصول ہے اور خدا تعالیٰ نے اس میں سکینت کے سامان بھی رکھ دیے ہیں تا کہ مرد کے دل میں عورت اور اولاد کے لئے ہمدردی، رحم اور محبت پیدا ہو جائے۔ نیز اس کشش کے باعث انسانی معاشرے کو ایک ڈوری سے باندھ دیا ہے۔

طبعی تعلقات غیر منفک ہوتے ہیں: یعنی جو تعلق فطرتی ہوتا ہے وہ کبھی اپنے اصل سے یا کل سے الگ نہیں ہوتا۔

صدق اور اخلاص کا نمونہ

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: اس غرض سے یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ مسلمان اپنا نمونہ دکھاویں۔ یہی وجہ ہے کہ جو میں نے پسند کیا ہے کہ ایسے لوگ جو اشاعتِ اسلام کا جوش دل میں رکھتے ہیں اور جو اپنے صدق اور اخلاص کا نمونہ دکھا کر فوت ہوں اور اس مقبرہ میں دفن ہوں اُن کی قبروں پر ایک کتبہ لگا دیا جاوے جس میں اس کے مختصر سوانح ہوں اور اس اخلاص و وفا کا بھی کچھ ذکر ہو جو اس نے اپنی زندگی میں دکھایا تو جو لوگ اس قبرستان میں آویں اور ان کتبوں کو پڑھیں اُن پر ایک اثر ہو اور مخالف قوموں پر بھی ایسے صادقوں اور راستبازوں کے نمونے دیکھ کر ایک خاص اثر پیدا ہوا۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ ۶۱۷-۶۱۸)

رپورٹ کلوا جمیعاً

حلقہ ویسٹن نارتھ ویسٹ

مورخہ 3 دسمبر بروز ہفتہ حلقہ ویسٹن نارتھ ویسٹ کے نماز سینٹر میں کلوا جمیعاً کی ایک پر وقار تقریب منعقد ہوئی۔تقریب کے موقع پر مکرم ومحترم عبدالحمید وڑائچ صاحب صدر انصاراللہ کینیڈا بطور مہمان خصوصی وصدر مجلس رونق افروز ہوئے۔صدر صاحب کی اقتدا میں نماز مغرب وعشاء جمع کر کے ادا کی گئیں۔اس تقریب میں بشمول مہمانان گرامی 24 انصار نے شرکت کی۔انصار اپنے گھر سے پرلطف اور وافر کھانا تیار کروا کر لائے تھے۔ کھانے کے بعد چائے پیش کی گئی اور اس کے بعد صدر صاحب انصاراللہ کے ساتھ ایک انتہائی نافع اور ایمان افروز نشست ہوئی۔صدر صاحب نے اس موقع پر سب انصار سے اپنا اپنا تعارف پیش کرنے کے لئے کہا۔جب تمام انصار تعارف کروا چکے تو صدر صاحب نے مختصراً اپنا خاندانی پس منظر اور خاندان میں احمدیت کے نفوذ سے متعلق گفتگو فرمائی۔صدر صاحب نے تمام عہدے داران خصوصاً سائقین سے کہا کہ وہ اپنے حزب کے انصار سے ذاتی تعلق پیدا کریں اور ایک مخلص اور قریبی دوست بن جائیں جو ان انصار کے خاندانی پس منظر سے واقف ہو اس طرح ان کی تربیت کے بہترین منصوبے بنائے جا سکیں گے۔نیز انہوں نے فرمایا کہ ان انصار کے بچوں کے نام بھی یاد کریں اور جب ملاقات ہو تو باقاعدہ ان کے نام لے کر والد سے بچوں کا یا براہ راست بچوں سے ان کا حال احوال اور تعلیمی سرگرمیاں دریافت کریں۔نیز صدر صاحب نے فرمایا کہ انصار سے ذاتی تعلق اور اعتماد کا رشتہ بنائیں تا کہ آپ ان کے بچوں اور بچیوں کے رشتے ناطوں میں مددگار بن سکیں کیونکہ یہ تب ہی ممکن ہوگا جب وہ عہدے داران کو اپنے عائلی مسائل سے بلا جھجک مطلع کریں گے۔

صدر صاحب نے بعض انصار کی رائے کی روشنی میں اس بات کی اہمیت کو تسلیم فرمایا کہ مرکزی عہدے داران کو حلقہ جات میں ہونے والی مجالس میں گاہے گاہے شرکت کرنی چاہیئے اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے اور انصار اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔نیز روحانی ترقی ہوتی ہے۔اسی طرح صدر صاحب نے کفایت شعاری اپنانے کو کہا تا کہ احمدی مرد وخواتین کو تربیت اولاد کے لئے وقت میسر آسکے۔نیز انہوں نے فرمایا کہ حسب توفیق وقت نکال کر اپنے بیوی بچوں کو حضور اقدس کی پاک صحبت میں لے جانا چاہیئے۔ نیز مراکز احمدیت ربوہ اور قادیان بھی جانا چاہیے تا کہ بچے بہشتی مقبرہ اور مقدس مقامات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور وہاں کی روحانی تاثیرات کو محسوس کریں۔حلقہ ویسٹن نارتھ ویسٹ کے زعیم انصاراللہ کا انتخاب بھی اس پروگرام کا حصہ تھا۔اس موقع پر ایک ناصر مکرم محمد اقبال صاحب جن کا پاکستان میں سمندری سے تعلق ہے انھوں بتایا کہ وہ اپنے گھر میں اکیلے احمدی ہیں اس وجہ سے ان پر گاؤں کے لوگوں نے توہین رسالت کا مقدمہ کروا دیا اور تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کے تحت انہیں عمر قید کی سزا سنائی گئی جس کا عرصہ 25 سال ہوتا ہے۔انہیں جیل میں سخت پابندیوں میں رکھا گیا تا کہ کوئی دوسرا قیدی انہیں نقصان نہ پہنچا دے۔آخر جماعت کی انتھک کوششوں سے ساڑھے چھ برس کے بعد ہائی کورٹ نے انہیں بری کر دیا۔تاہم وہ اپنا گاؤں اور گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور ربوہ منتقل ہو گئے جہاں سے انہیں سری لنکا بھجوا دیا گیا اور کئی برس کی تکالیف کے بعد وہ ۳ برس قبل کینیڈا آ گئے۔آخر پر صدر صاحب مجلس انصاراللہ مکرم عبدالحمید وڑائچ صاحب نے دعا کروائی اور اس مجلس کا اختتام ہوا۔

رپورٹ نیشنل مجلس شوریٰ وسالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ کینیڈا ۲۰۲۲

قیادت عمومی

اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ روحانی جماعتوں کے لئے روحانی اجتماعات کی اہمیت کئی پہلوؤں سے بہت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس کے ذریعے کئی طرح سے تعلیم وتربیت کے مواقع میسر آتے ہیں، اخلاقی سطح بلند ہوتی ہے۔ علمی اور ورزشی پروگراموں میں شمولیت کے علاوہ دیگر تربیتی اور تعمیری پروگراموں میں شرکت کا موقع ملتا ہے۔ دوستوں کی باہم ملاقات بھی اس کا ایک اہم مقصد ہے۔ امسال مجلس انصار اللہ کینیڈا کی مجلس شوریٰ اور سالانہ اجتماع 12 تا 14 اگست 2022ء (بروز جمعۃ المبارک، ہفتہ، اتوار) بیت السلام کمپلیکس ٹورنٹو میں خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیابی سے منعقد ہوا۔ الحمد للہ

مجلس شوریٰ

۱۲ اگست بروز جمعہ دن کا آغاز نمازِ تہجد سے کیا گیا جبکہ مجلس انصار اللہ کی مجلس شوریٰ کا آغاز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لائیو خطبہ جمعہ سے کیا گیا، جس کے بعد اجلاس کی باقاعدہ کاروائی شروع ہوئی۔ اس سال 305 ممبران شوریٰ نے 15 ریجنز اور 107 مجالس کی نمائندگی کی۔ پہلے اجلاس کی صدارت نائب امیر مکرم کلیم احمد ملک صاحب نے کی جس میں انصار اللہ کے عہد کے بعد گذشتہ سال کی تجاویز کی رپورٹ پیش کی گئی بعد ازاں اس سال کی شوریٰ تجاویز پیش کی گئی، نماز جمعہ کے وقفے سے پہلے امسال کی تجاویز کو شوریٰ اجلاس میں پیش کیا گیا اور ذیلی کمیٹیوں کے اجلاس منعقد کئے گئے۔ نماز جمعہ اور ظہر کی ادائیگی کے بعد مجلس شوریٰ کا دوسرا اجلاس منعقد ہوا جس میں ذیلی کمیٹیوں کی رپورٹ اور تجاویز پیش کی گئیں جس کے بعد ان تجاویز کی منظوری اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کئے جانے کے لئے ووٹنگ کرائی گئی۔ اجلاس کا اختتام دعا پر ہوا جس کے بعد مجلس شوریٰ کے ممبران کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا جس میں احمدیہ جماعت کینیڈا کی نیشنل عاملہ، خدام الاحمدیہ کی نیشنل عاملہ اور دیگر مربیان سلسلہ اور عمائدین نے شرکت کی۔

اجتماع کا پہلا دن

13 اگست 2022 بروز ہفتہ کا آغاز نماز تہجد سے ہوا جبکہ اجتماع کا باقاعدہ آغاز مکرم عبد الرشید انور صاحب، مشنری انچارج کینیڈا نے پرچم کشائی سے کیا جس کے بعد افتتاحی اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت بھی آپ ہی نے فرمائی۔ تلاوت قرآن کریم مکرم رافع زندانی صاحب نے کی جبکہ اردو اور انگریزی ترجمہ مکرم اویس محمود صاحب، ناظم اعلیٰ ایسٹرن کینیڈا نے پیش کیا، تلاوت کے بعد محترم صدر مجلس مکرم عبد الحمید وڑائچ صاحب نے انصار اللہ کا عہد دہرایا، جس کے بعد مکرم محمد یونس چغتائی صاحب نے نظم پیش کی جس کا انگریزی ترجمہ مکرم فضل مسعود ملک صاحب ناظم اعلیٰ اٹلانٹک کینیڈا نے پیش کیا۔ افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مکرم عبد الرشید انور صاحب، مشنری انچارج نے مقام خلافت اور ہماری ذمہ داریوں کے موضوع پر نہایت مدلل خطاب کیا۔ جس کے بعد کے ساتھ افتتاحی اجلاس اختتام پزیر ہوا۔

افتتاحی اجلاس کے بعد تعلیمی مقابلہ جات کا آغاز ہوا، جن میں تلاوت قرآن کریم، حفظ قرآن کریم، ترجمۃ القرآن، عربی تقاریر اور نظم کے مقابلہ جات ، اجتماع گاہ اور بیت الاسلام مسجد میں منعقد ہوئے۔ یہ مقابلے تقریبا 12:30 بجے تک جاری رہے جن کے بعد دو تربیتی سیشنز منعقد کئے گیے۔

تربیتی اجلاس

امسال اجتماع کے دوران انصار بھائیوں کے لئے دو خصوصی تربیتی اجلاس بھی منعقد کئے گیے جن میں سے ایک اجتماع گاہ میں منعقد ہوا جس کا موضوع شادی، ذاتی اور معاشرے کی حفاظت کا ذریعہ تھا، اس اجلاس کی صدارت مکرم شاہد منصور صاحب، نیشنل سیکرٹری تربیت نے کی یہ اجلاس سوال و جواب کی صورت میں منعقد ہوا جس میں حاضرین نے بھرپور شرکت کی۔ جبکہ دوسرا اجلاس مسجد بیت الاسلام میں ذہنی صحت کے موضوع پر منعقد ہوا۔

صدر مجلس انصار اللہ کے ساتھ خصوصی نشست

کھانے اور نماز ظہر وعصر کے بعد صدر مجلس انصار اللہ کے ساتھ ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا، تلاوت قرآن کریم مکرم مولانا سہیل احمد ثاقب صاحب، قائد تعلیم القرآن، مجلس انصار اللہ نے پیش کی جبکہ اردو اور انگریزی ترجمہ مکرم داؤد اسماعیل صاحب، نائب قائد عمومی نے پیش کیا، نظم مکرم ناصر احمد وینس صاحب نے پیش کی جس کا انگریزی ترجمہ مکرم عدیل عزیز صاحب نے پیش کیا۔ صدر مجلس کے خطاب کا موضوع قرب الٰہی اور اس کا حصول تھا، جس میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ سلام کے مختلف صحابہ کی زندگی کے واقعات سے اس موضوع کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

ورزشی مقابلہ جات

صدر مجلس انصار اللہ کے ساتھ خصوصی نشست کے بعد ورزشی مقابلہ جات کا آغاز ہوا، جن میں والی بال، بیڈمنٹن، ٹیبل ٹینس، کرکٹ، رسہ کشی کے مقابلے شامل تھے، جب کے صف اول کے انصار کے لئے فاسٹ واک اور باسکٹ بال تھرو کے مقابلے بھی منعقد کئے گئے ، مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس انصار اللہ کے مابین ایک نمائشی باسکٹ بال کا میچ بھی ہوا جس کو حاضرین نے بڑی دلچسپی سے دیکھا، اس نمائشی میچ میں مجلس انصار اللہ فاتح قرار پائی۔

مجلس سوال و جواب

نماز مغرب اور عشاء سے ایک گھنٹہ پہلے مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی جس کی صدارت، نائب امیر مکرم کلیم ملک صاحب نے کی جبکہ پینل میں مکرم عبدالرشید انور صاحب مشنری انچارج، جماعت احمدیہ کینیڈا، اور صدر مجلس انصار اللہ عبدالحمید وڑائچ صاحب شامل تھے، اس محفل سوال و جواب میں حاضرین نے مختلف موضوعات جن میں دینی مسائل اور روزمرہ کی زندگی سے تعلق رکھنے والے معاشرتی مسائل پر سوال کئے، جن کے سیر حاصل جوابات دئے گئے۔ اجلاس کے آخر میں افریقہ سے تعلق رکھنے والے انصار بھائیوں نے اپنے مخصوص انداز میں افریقی ترانہ پیش کیا

اجتماع کا دوسرا دن

مورخہ 14 اگست بروز اتوار دن کا آغاز نماز تہجد اور فجر کی ادائیگی سے ہوا، جس کے بعد ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے، جن میں والی بال، بیڈمنٹن، ٹیبل ٹینس، کرکٹ، رسہ کشی، سو اور چار سو میٹر دوڑ کے فائنل مقابلے ہوئے، اسی طرح ذہنی ورزش کے لئے مشاہدہ معائنہ اور پیغام رسانی کے مقابلے بھی منعقد ہوئے۔

پونے دس بجے مزید تعلیمی مقابلے جن میں انگریزی، فرنچ اور اردو کے تقاریر کے مقابلے شامل تھے منعقد ہوئے، ان مقابلوں کے بعد دو خصوصی اجلاس منعقد ہوئے جن میں ایک، عرب اور نو معبائین بھائیوں کے ساتھ نشست تھی جبکہ دوسرا اجلاس مرکزی اجتماع گاہ میں میں اپنے بچوں کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا کے موضوع پر منعقد ہوا، اس اجلاس کی صدارت مکرم کلیم ملک صاحب، نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے کی جبکہ نظامت کے فرائض مکرم مصباح بلوچ صاحب، نائب صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا نے ادا کئے، جبکہ پینل میں مکرم سہیل مبارک شرما صاحب، نائب امیر اور صدر مجلس انصار اللہ بھی شامل تھے۔ حاضرین کے سوالات اور اُنکے جوابات کے بعد مکرم سہیل مبارک شرما صاحب، نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے اس موضوع کی اہمیت اور ضرورت پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ یہ اہم اجلاس دعا کے بعد ، کھانے اور نماز ظہر وعصر کے وقفے پر ختم ہوا۔

اختتامی اجلاس

اختتامی اجلاس کا آغاز نماز ظہر اور عصر کے وقفے کے بعد ہوا، جس کی صدارت مکرم سہیل مبارک شرما صاحب، نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے کی، تلاوت قرآن کریم اور ترجمہ مکرم سید مبشر احمد صاحب نے پیش کیا جبکہ نظم اور اُس کا ترجمہ مکرم طارق رشید الدین صاحب نے پیش کی، عرب انصار بھائیوں نے حضرت محمد صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی شان میں قصیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیش کیا، ناظم اعلیٰ اجتماع مکرم ناصر احمد صاحب نے اجتماع کی رپورٹ پیش کی جس کے بعد تقریب تقسیم انعامات اور طلباء میں وظائف دیے گئے، مکرم سہیل مبارک شرما صاحب کے مختصر خطاب کے بعد صدر مجلس انصار اللہ نے تمام حاضرین اجتماع کے ساتھ عہد دُہرایا جس کے بعد دعا کے ساتھ ہی یہ بابرکت اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔

اس اجتماع میں شاملین کی دلچسپی کے لئے تبلیغی نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا تھا، جبکہ ریویو آف ریلیجنز اور بک سٹال بھی موجود تھا۔ اجتماع گاہ میں ایک چھوٹا بازار بھی تھا جہاں مختلف اشیا اور کھانے پینے کے سٹال تھے۔ اجتماع کی مجموعی حاضری 2300 سے زائد تھی جبکہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے اس اجتماع کو یوٹیوب کے ذریعہ لائیو سٹریم کیا گیا جس کو دیکھنے والوں کی تعداد 2800 سے زائد تھی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے وبا کے تین سالہ وقفہ کے بعد انصار بہت شوق کے ساتھ اس اجتماع میں شامل ہوئے۔ تمام اجتماع کے ناظمین نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے انتھک محنت کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

من خوالد الأحمدية، داعية إلى بلاد العرب

(معتز القزق)

في الجلسة السنوية في ربوة عام 1956 منح حضرة الخليفة الثاني لقب "خالد الأحمدية" لثلاثة من علماء الجماعة الأجلاء، وهم مولانا جلال الدّين شمس، ومولانا أبو العطاء الجالندهري، والمحامي عبد الرحمن الغوجراتي.

وقد استحقّوا هذا اللقب العظيم لجهادهم المشكور في سبيل الله ورسوله ودينه، ولأخلاقهم الإسلامية المثالية ولغزارة علمهم، وقدرتهم الفذّة على الحوار والدّعوة، وكتاباتهم وتصنيفاتهم العظيمة الباقية.

مولانا جلال الدّين شمس

مولده ونسبه:

وُلد مولانا جلال الدين عام 1901. وكان أبوه من أجلّة أصحاب المسيح الموعود واسمه إمام الدّين السّيكهواني.

تحقق نبوءة للمسيح الموعود بحقه:

في طفولة مولانا جلال الدين رأى حضرة المسيح الموعود أنه ينظر إلى أعلى بتمعن، فمسح على رأسه مرارا وقال سيكون له شأن في خدمة الدّين.

فبارك الله بقول المسيح الموعود بحق الطفل، وتحقّق نّبأ كان مورد خير للعرب، حيث ألقى الله تعالى في قلب هذا الطفل المبارك حب الدين وخدمته، فوقف حياته لخدمة الإسلام عام 1917، ودرس علوم الدين بقاديان، وكان من خريجي الدفعة الأولى في مدرسة الدعاة. وصار عالمًا ربّانيًا، وشاعرًا مجيدًا، وخطيبًا مفوهًا، ومناظرًا لايُشقّ له غبار، وكاتبًا فذًّا.. وقد صنّف أكثر من أربعين كتابًا باللّغات الأرديّة والعربيّة والإنجليزيّة، ودخل في مناظرات كتابيّة مع المشايخ والقساوسة ودعاة البهائية.

مرّة كان يلقي محاضرة في دار الحكمة بمصر.. موضوعها (عصمة الأنبياء).. شهدها عدد من العلماء والمثقّفين والفضلاء. كان الحاضرون متأثرين معجبين بكلامه، فوقف أحد علماء الأزهر في وسط المحاضرة، قائلا: على رسلك أيّها الأستاذ. فتوقّف مولانا جلال الدّين عن الكلام ونظر مستفسرًا. وإذا بالرّجل يقول: إنّي أحسّ وكأنّ ابن عبّاس في مجلسنا هذا. وعبّر عن سعادته وإعجابه بما يسمع، وأنشد أبياتًا من الشّعر معبرا عن إعجابه وسروره بما يسمع.

أوّل مبعوث للدّعوة الإسلاميّة الأحمدية في البلاد العربيّة:

عندما شرّف الخليفة الثاني دمشقَ بقدومه الميمون أول مرة في عام 1924 قابله الشيخ عبد القادر المغربي، وقال له أثناء الحديث متحديًا: لا يمكن لعربي أن يقبل دعوتكم. فرد عليه حضرته: سأرسل إلى هنا داعيتنا فور عودتي، وسوف ترى كيف تنتشر الأحمدية في البلاد العربية. وفور عودة حضرته إلى الهند قرر إرسال أول بعثة من الدعاة إلى دمشق، وقد عين على رأس هذه البعثة المبشر الفاتح الشاب جلال الدين شمس، وقد بعث معه الصحابي زين العابدين الذي رجع بعد أن مهد له الطريق.

أرسله الخليفة الثاني عام 1925 إلى الديار العربية، فأنشأ فرع الجماعة في دمشق، وفي الكبابير وفي القاهرة. وأسس أول مسجد للجماعة ومدرسة لأطفال الأحمدية بالكبابير عام 1930. قضى في هذه البلاد خمس سنوات ونصف، وزار مصر مرتين عام 1929 و 1930.

وصية أب لابنه تحققت في حق مولانا جلال الدين:

مما ذكر الأستاذ مصطفى نويلاتي رحمه الله - وهو أول من قبل الأحمدية من الإخوة السوريين على يد السيد جلال الدين شمس رحمه الله-: "كان والدي السيد علي نويلاتي يقول لي: إن هذا الوقت وقتُ ظهور المهدي، فقد تحققتْ جميع العلامات الدالة على ظهوره

.. فإذا سمعتَ أحدًا يذكر شيئا عن بعثته فعليك بالتحقق والإيمان بدعوته. وقد أعطاني مبلغًا من المال لأتبرع به إلى ذلك المبشِّر بظهور دعوة المهدي."

وبعد أن توفي الأستاذ علي نويلاتي سمع ابنه مصطفى بدعوة الأستاذ جلال الدين شمس، فزاره على الفور، واستمع لكلامه، وبعد التحقق كان أول المبايعين في دمشق، وقدّم له المبلغ هديةً من والده إلى جماعة المهدي حسب الوصية.

معجزة نجاته بعد حادثة طعن في دمشق:

أثناء جهاده في دمشق طعنه أحد المتعصبين بالخنجر محاولاً قتله، ونفذت الطعنة قريبًا من القلب، فنُقل إلى المستشفى. فلما زاره الأستاذ منير الحصني طلب منه وهو مسجّى على سريره أن يذهب إلى غرفته ليأخذ ما يحتاج من المال -الذي هو هدية الأستاذ علي نويلاتي- ليرسل برقية إلى مولانا الخليفة الثاني ، ليخبره بما حدث وليطلب منه الدعاء له بالشفاء. فنفّذ المرحوم منير الحصني أوامره. وعندما بلغ الخبر قاديان جمع الخليفةُ الثاني أهلها في المسجد ودعا له بالشفاء دعاء حارًا. وفي اليوم التالي قال الطبيب الذي عالجه: لقد حدثت الليلة معجزة، كنا جزمنا بعدم نجاة المصاب، ولكن بدأت أحواله تتحسن فجأة، حتى إني أرى أنه قد شُفي تمامًا، ويمكنه أن يُغادر المستشفى إذا أراد ذلك.

ثم عاد إلى قاديان في ديسمبر/كانون الأول عام 1931 بعد أن قام بجهاد عظيم لن يُنسى على مر التاريخ.

خدمات أخرى:

أرسله مولانا الخليفة الثاني إلى لندن من سنة 1936 إلى سنة 1946، فمكث فيها يبلغ الناس رسالة الإسلام 11 سنة متتالية، بعيدًا عن الأهل والأولاد.

بعد عودته شغل حضرته عدة مناصب بارزة في الجماعة، منها: ناظر التصنيف والتأليف، وناظر الإصلاح والإرشاد، وعضو في (صدر أنجمن أحمدية) وهي الإدارة المركزية للجماعة، ومدير الشركة الإسلامية للتصنيف والنشر.

ومن بين الأسماء التي اقتُرحت لتُطلق على المركز الجديد للجماعة في باكستان اختار حضرة الخليفة الثاني اقتراحه وهو "ربوة".

وعندما مرض الخليفة الثاني مرضه الأخير .. أمره أن ينوب عنه في صلوات الجمعة والقاء الخطب.

وفاته:

توفي حضرته في ربوة 13 أكتوبر/تشرين الأول 1966 بعد أن قضى حياة حافلة بخدمة الدين الحنيف. رحمه الله تعالى وجزاه خير الجزاء لما قدمه من خدمات وخدمة جليلة للعرب بإيصال دعوة الأحمدية المباركة إليها.

صورة قديمة للأحمديين العرب في فلسطين مع مولانا جلال الدين شمس عندما انضموا إلى الجماعة